23/5

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

فون نمبر ڈائریکٹ سسٹم ۳۴۰، ۳۴۱، ۴۳۵
کوڈ نمبر ۵۲۳۱۰

لہٗ دعوۃ الحق

ماہنامہ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

اکوڑہ خٹک

مدیر: مولانا سمیع الحق

جلد ۲۳
شمارہ ۵
جمادی الثانی، رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
فروری ۱۹۸۸ء

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک، بحری ڈاک	۶ پونڈ
فی پرچہ	۴/- "	" " ، ہوائی ڈاک	۱۰ "

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- ★ حکومت کے شرمناک کردار نے پارلیمانی روایات پر پانی پھیر دیا
- ★ قوم کے حقوق، ملکی مفاد اور جمہوری روایات سے انحراف
- ★ وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ کا جارحانہ کردار
- ★ پارلیمنٹ کا سب سے پہلا اور بنیادی فریضہ
- ★ وزارت مذہبی امور کیلئے دو سال میں کئی وزیروں کا تقرر و عزل

ذیل میں مولانا سمیع الحق کی سینٹ میں دو اہم تقریریں ریکارڈ کی حفاظت اور افادۂ عام کے پیشِ نظر شامل اشاعت ہیں۔ پہلی تقریر ۴ر اکتوبر ۸۷ء سات بجکر دس منٹ پر اور دوسری تقریر ۲۶ر اپریل دس بجکر پچاس منٹ پر ہوئی۔ دونوں تقاریر کا مسودہ سینٹ سیکریٹریٹ کی رپورٹ سے ماخوذ ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق | سجاد صاحب تو موجود ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر ملک کا کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کے ممبران کو، معزز اراکین کو اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ کرانا چاہے تو ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے یہ نہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہمیں یہ دھمکی دے رہا ہے۔ جیسے کہ میرے دوست قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس سینٹ اور اسمبلی کی ساری بنیاد ہی یہاں شریعت اسلامیہ کے نفاذ پر ہے۔ یہاں جو ریفرنڈم ہوا ہے وہ بھی اسی مسئلہ پر ہوا۔ کہ ہم فوراً اسلام کے نفاذ کے عمل کو تکمیل تک پہنچائیں گے۔ پھر اسی پس منظر میں الیکشن ہوئے اور سب نے عوام کے سامنے یہی بات رکھی کہ ہم نے جاتے ہی اسمبلیوں میں شریعت کے نظام کو نافذ کرنے کے عمل کو تیز کرنا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سیاستدانوں کے بائیکاٹ کے مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اور بڑے جوش خروش سے اس الیکشن میں حصہ لیا۔ اصل مسئلہ ایک بل کا نہیں ہے بلکہ پورے نظام کا مسئلہ ہے۔ اس نظام کو لے کر ہم اٹھے ہیں اور چلے ہیں۔ اسی نظام پر مسلم لیگ نے قیام پاکستان کا نعرہ لگایا تھا۔ جیسے کہ میرے دوست ملک صاحب نے فرمایا کہ مسلم لیگ کے منشور میں بھی یہ بات شامل ہے۔ تو چاہیئے یہ تھا کہ یہ دھمکی پارلیمنٹ کو اقبال صاحب دیتے کہ بھائی اگر تم نے صحیح کام نہ کیا اور ہمارے منشور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کی تو یہ اسمبلیاں جو ہیں ان کا جواز نہیں ہے کہ یہ یہاں بیٹھی رہیں۔ دستور کی تفصیل آپ نے سنی ہیں اور پھر ریفرنڈم جس بنیاد پر ہوا ہے وہ بھی آپ کو پتہ

ہے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو اس کے اصل فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ جمہوریت کے بارے میں ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کا احتساب کریں۔ کہ پارلیمنٹ اپنے اصل کام کو ٹال رہی ہے یا اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہرگز دھمکی نہیں ہے اور حقیقت ہے کہ ممبران اسمبلی اگر شریعت بل یا شریعت کے نفاذ میں سرگرمی نہ دکھائیں اور شریعت بل نافذ نہ ہو تو پھر یہاں سب ممبران کو اسمبلیوں میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہو گا۔

تو یہاں اسمبلیوں میں سب ممبران پارلیمنٹ کو بیٹھنے کا کوئی جواز نہیں ہوگا اور ہر شخص کو حق حاصل ہو گا کہ وہ ممبران اسمبلی کا گھیراؤ کرے۔ ممبرانِ اسمبلی کے راستوں میں رکاوٹیں ڈالے۔ ان اسمبلیوں کو درہم برہم کرے اور قوم کو الیکشن پر مجبور کرے نئی اسلامی تبدیلی کے لئے سب کچھ کرنا جہاد اسلامی ہو گا۔

درمیان میں جنرل سعید قادر اور میر حسین بخش بنگلزئی کو موقعہ دیا گیا۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کسی ضرورت سے دوسری سیٹ پر تشریف لے جا چکے تھے۔ اور وہیں سے خطاب کرنا چاہا کہ ایک ممبر نے اعتراض کیا

ایک معزز رکن | جناب، مولانا صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

مولانا سمیع الحق | کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | مولانا صاحب، آپ اپنی سیٹ پر آ کر اظہار خیال فرمائیں۔

مولانا سمیع الحق | جناب والا! اس بات کے اعادہ کی بار بار ضرورت نہیں ہے کہ شریعت بل ایک اہم ترین قوم اور ملک کا مسئلہ ہے اس وقت پوری قوم کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ صرف قوم ہی کی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں یہ چیز زیر بحث آ چکی ہے۔ اور جو اسلام دشمن قوتیں ہیں ان کو بھی یہ بات ہمارے ملک میں اور باہر ملک میں کھٹک رہی ہے۔ سب سے اہم بات پر جو تاخیری سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اس کو پوری قوم نے بے حد محسوس کیا ہے۔ اور اس وقت ہمیں ایک دن ہی شاید مل رہا ہے۔ اور ایک دن ۳ تاریخ والا ہے۔ اب ان دو دنوں میں سے ایک دن کو ختم کرانا میں سمجھتا ہوں کہ یہ صریحاً زیادتی ہے۔ حاجی سیف اللہ صاحب پر کئی پہلوؤں سے یہ معاملہ موقوف نہیں ہے۔ شریعت بل کا تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ قانون سے ہے۔ مذہب علمی اصطلاحات میں محدود عبادات وغیرہ جو ہیں ان کا نام ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اس میں نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزہ کا ذکر ہے۔ اس میں تو قانون کی بات ہو رہی ہے۔ قانون مسلمانوں کا کیا ہے؟ اس کے ماخذ کیا ہیں؟ اور اس کے علاوہ اس میں مقننہ کی بات ہو رہی ہے کہ مقننہ پر کیا کیا حدود ہیں۔ اس میں انتظامیہ کی بات ہو رہی ہے۔ یہ ساری

چیزیں وزیر مذہبی امور کے کھاتے میں ڈال دینا میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ٹالنے والی بات ہے۔ کیونکہ وزیر قانون صاحب موجود ہیں شریعت بل کا تعلق براہِ راست وزارت قانون سے ہے۔ پھر جب اتنا اہم بل یہاں پیش تھا تو انہیں وہاں کمرے بک کرانے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کام کوئی ایک معمولی سیکرٹری بھی کر سکتا تھا۔ حجاج کرام کے انتظامات کے لئے چلا جانا اس معاملہ کو یعنی کمروں کی بکنگ کو اتنا اہم سمجھ کر وہاں جانا، اسے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو شریعت بل کے سلسلے میں میدان سے بھاگ کر اس کو ٹالنے والی بات ہے۔ ہم اس کے ہرگز روادار نہیں ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بہت سارے معزز اراکین یہ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ ہمیں اور بھی اپنے کچھ بل پیش کرنے ہیں۔ قانون سازی کرنی ہے۔ دو سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ لہٰذا آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ شاید حاجی صاحب کے آنے تک یہ پاس بھی نہ ہو۔ آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ اور ہم اس کے ہرگز روادار نہیں کہ آج بھی اس کو ملتوی کر دیں۔ میری یہی گذارشات ہیں اور یہی مودبانہ اپیل ہے۔

مولانا سمیع الحق | میں گذارش کروں گا کہ بار بار ایک تاثر سامنے آ رہا ہے کہ گویا مذاکرات ہو رہے ہیں یا رابطہ قائم ہے۔ یہ باتیں ہم صرف اخبارات میں دیکھتے ہیں۔ میں اپنی حد تک تو کہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بالکل کوئی رابطہ قائم نہیں کیا گیا۔ نہ کوئی بات چیت چلی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بات مشاورت کی ہو رہی تھی۔ یہ مجلس مشاورت ہی ہے۔ پارلیمنٹ کے ارکان مجلس مشاورت ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مشاورت کو کیوں ایک شخص پہ ملتوی کرتے ہیں۔ آج ہی مشاورت ہو جائے آپ نے ترامیم بھیجی ہیں، اور ان ترامیم کی روشنی میں شق وار بحث شروع ہوئی ہے۔ ہر شق پر آپ کی ترامیم کے ساتھ بحث ہو جائے گی۔ اور بحث چلتی رہے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل تاخیری حربے ہیں۔ قاضی عبداللطیف صاحب نے بڑی رعایت کی ہے۔ اب اس طریقے سے ایک شخص پہ موقوف کرنا، ایک ہفتے کے بعد شاید وہ وزیر بھی نہ رہے۔ پھر دوسرے وزیر کے لئے انتظار کریں۔ پھر تیسرے وزیر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد شاید کوئی اور وزیر مذہبی امور آئے۔ یہاں اب تک ۵، ۶ تو بدل گئے ہیں۔ ایک ایک وزیر کو آپ بدلتے رہیں گے۔ اور اجلاس ملتوی کرتے رہیں گے۔ پھر کم از کم یہ معاہدہ آج ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جب تک سینیٹ شریعت بل کا فیصلہ نہیں کرے گا، اس کو پاس کرنے کا یا رد کرنے کا، اس وقت تک سینیٹ کا اجلاس ملتوی نہیں ہو گا۔ اگر ہمارے ساتھ یہ معاہدہ تحریری کرتے ہیں تب ہم یہ بات مانتے ہیں۔

(درمیان میں لفٹیننٹ جنرل سعید قادر نے مولانا سمیع الحق کی وزارت کی بات کی تو مولانا نے جواب میں فرمایا)

مولانا سمیع الحق | میں وزیر بن بھی جاؤں مگر شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا۔ میں وزیر اعظم بھی بن جاؤں تو شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا (کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل میں آزادی نہیں رہے گی)

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب میں یہاں اتنی گذارش کروں گا کہ یہاں ۳۰ دفعہ کا سہارا لیا گیا ہے اور حاجی سیف اللہ صاحب محترم نے جو تقریر فرمائی اس میں انہوں نے فرمایا کہ حسب معمول جو پروسیجر ہے اس میں اگر کوئی دقت واقع ہو جائے اور معاملہ آگے نہ بڑھ سکے۔ اس وقت کوئی کمیٹی بنائی جا سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اور

اور ان مراحل کو طے کرنے کے لئے آپ کے سامنے جب یہ بل پیش ہوا تو یہ ایک سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا گیا ۔ سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکی یا نہیں لیکن بعد میں یہ سلیکٹ کے حوالے کیا گیا۔ اور اس نے بھی ایک متفقہ مسودہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد موجودہ ضوابط میں جو گنجائش تھی وہ یہی تھی کہ اس کو نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا جائے چنانچہ اسے نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا گیا۔ پھر یہ گنجائش بھی تھی کہ اسے استصواب رائے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ چنانچہ اس بل پر آپ نے قوم کی استصواب رائے بھی حاصل کر لی اور انہوں نے پورے جوش و خروش سے اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں بے مثال جذبے کا مظاہرہ کر کے لاکھوں کی تعداد میں اپنی رائے دے دی۔ انہوں نے باہر سے اپنی رائے کی ضرورت محسوس کی۔ شاید آپ کو بھی یاد ہو گا کہ جناب وزیراعظم صاحب نے پارلیمنٹ سے باہر مسلم لیگی ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں قومی اسمبلی اور سینیٹ دونوں کے مشترکہ ارکان لئے گئے تھے۔ اور اس کمیٹی کو بھی کہا گیا تھا کہ آپ اپنی تجاویز اس پر دے دیں۔ پھر اس پر حسب ضابطہ پہلی خواندگی شروع ہوئی۔ تقریباً دو سال تک معزز ارکان بڑی محنت سے اور بڑی تیاریاں کر کے اس بل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اب ان مراحل کے ہوتے ہوئے دوسری خواندگی کا موقع آیا۔ اب ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ اس میں کوئی رکاوٹ ہے یا نہیں۔ اور کیا دقتیں ہیں اور کیا نہیں۔ یہ صورت حال تب پیش آئے گی جب ہم دفعات پر بحث شروع کریں گے۔ دفعہ وار کوئی تجویز سامنے آئے گی۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ کوئی رکاوٹ ہمارے سامنے آئی ہے اور اس کو ہم حل نہیں کر سکتے۔ ایوان میں تو کمیٹی بنا دی جائے۔ قومی اسمبلی کی جو مثال دی گئی ہے یا مجلس شوریٰ کی جو مثالیں دی گئی ہیں وہاں تمام دفعات پر بحث ختم ہونے کے بعد ترامیم پر بحث شروع ہوئی اور وہاں آگے دقت آئی تو وہاں انہوں نے کمیٹی کا سہارا لیا۔ یہاں پر تو بحث شروع ہی نہیں ہوئی۔ جنرل بحث تو ہو چکی ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس ایوان میں کوئی دقت پیش آئے گی یا نہیں۔ یہ بنیادی مفروضے پر مبنی ہے پھر جو مثالیں حاجی سیف اللہ صاحب نے دی ہیں۔ قومی اسمبلی اور مجلس شوریٰ کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ نیک نیتی سے انہوں نے مجبور ہو کر معاملہ کو حل کرنے کے لئے ۱۹۷۳ء کے دستور کے وقت بھی اور شوریٰ میں بھی دل سے چاہا کہ ملک بحران سے نکل جائے۔ اور ہم معاملہ حل کرانے کے لئے کسی متفقہ فیصلے پر پہنچ جائیں۔ یہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہاں دفعہ ۱۷۳ کا سہارا،

<u>یہاں میں ایک لفظ کہوں تو پھر حاجی صاحب ناراض ہوں گے کہ میری نیت پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں اس دفعہ کا سہارا مسئلہ حل کرانے کے لئے نہیں لیا جا رہا بلکہ اس کو سرد خانے میں ڈالنے کے لئے اور اس</u> کو دفن کرنے کے لئے اس دفعہ کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

اور اس کی واضح صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو حاجی صاحب ہمیں مژدہ سناتے ہیں کہ باہر بات چیت بھی شروع ہو چکی ہے اور نظریاتی کونسل، شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے ارکان سے بھی مشورہ ہو رہا ہے جب

یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر اس مرحلے پر یہ تجویز کیسے سامنے لائی گئی۔ یہ تجویز اور اس کو مستقل کمیٹی کے حوالے کرنے کی تجویز اسی لئے سامنے لائی گئی ہے کہ باہر اگر اخلاص سے کوئی جدوجہد ہو بھی اور اگر وزیر اعظم چاہیں بھی کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ لیکن یہاں پہ یہ حضرات اس تجویز کے ذریعے ان کوششوں کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس وقت اگر باہر بات چل رہی ہے جب کہ اس کا آغاز مثبت اور ٹھوس طریقے سے ابھی نہیں ہوا۔ تو اس وقت پھر اس کمیٹی کی ضرورت کیا ہے۔ جب باہر، خدا کرے، کسی نتیجے پر پہنچ بھی جائیں گے۔ پھر آپ کہیں گے وہ ساری چیزیں اس کمیٹی کے سامنے رکھ دیں تو میرے خیال میں اس کمیٹی سے صرف یہی ہو گا کہ اس بل کو اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک سرد خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ خدارا۔ پارلیمنٹ تو ایک جمہوری ادارہ ہے اور یہاں قانون بنانے کے ارکان بڑی محنتیں کرتے ہیں۔ اور مخالفانہ اور موافقانہ نقطہ نظر اپنی صوابدید اور بصیرت کے مطابق ارکان پیش کرتے ہیں لاکھوں کروڑوں روپے اس پر خرچ کرتے ہیں۔ انتخابات ہوتے ہیں پھر اسمبلیاں بنتی ہیں۔ پھر یہ سارے مراحل کمیٹیوں کے سلیکٹ کمیٹیوں کے استصواب رائے کے جب سارے مراحل گذر جائیں گے تو کسی بھی مرحلے پر کوئی اس ۱۷۳ کا سہارا لے کر اس ساری پارلیمانی جدوجہد پہ پانی پھیر سکے گا۔

اب اگر یہ دو ڈھائی سال کی محنتیں، اب اگر حاجی سیف اللہ صاحب اس دفعہ کا سہارا لے کر ضائع کرنا چاہتے ہیں تو نہ یہ قوم کے حق میں مفید ہے اور نہ جمہوریت کے حق میں۔ نہ ملک کے حق میں۔ نہ قانون ساز ادارے کے حق میں۔ تو جیسا کہ قاضی عبداللطیف صاحب نے بھی فرمایا کہ یہ حق کسی غیر محرک کو ہے ہی نہیں۔ اگر یہ تلوار کسی غیر محرک کے ہاتھ میں دے دیں تو پھر کوئی محترم ممبر قانون سازی کا اپنا فرض ادا نہیں کر سکے گا۔ اس لحاظ سے ان دلائل کی بنیاد پر آپ اس کمیٹی کی تجویز کو منظور نہ فرمائیں بلکہ اس کو مسترد فرمائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پارلیمانی روایات جن کا ذکر وزیر مذہبی امور نے کیا ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے وہ اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ اس ایوان کو سپیشل کمیٹی بنانے کا اختیار ہے۔ اٹارنی جنرل نے بھی اس نکتے کی وضاحت کی ہے۔ میں ان کے دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے اس تحریک کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں گذارش کرتا ہوں ....

جناب قائم مقام چیئرمین: میں موشن پیش کر رہا ہوں جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔ فیصلہ ہاں کہنے والوں کے حق میں ہوا۔ اور تحریک منظور ہو گئی۔

مولانا سمیع الحق: میں آپ کی اطلاع کے لئے اتنا عرض کرتا ہوں کہ میں اور قاضی عبداللطیف صاحب جو کہ دونوں محرکین ہیں شریعت بل کے، وہ اس کمیٹی کے ساتھ قطعاً تعاون نہیں کریں گے اور ہم دونوں اس کمیٹی کی کسی میٹنگ میں نہیں بیٹھیں گے اور اس تجویز پر جو آپ نے فیصلہ دیا ہے ہم دونوں واک آؤٹ کرتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔

ایوانِ بالا (سینٹ) میں جمہور اہلسنّت والجماعت کے حقوق کے تحفّظ کا مقدمہ

۱۵ اکتوبر ۸۷ء کو ایوانِ بالا (سینٹ) میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے کراچی میں عظمت صحابہؓ کانفرنس کے انعقاد اور حکومت کے مظالم، جامعہ بنوری ٹاؤن کے اساتذہ و طلبہ پر تشدد، شیعہ جلوس کی حمایت و تحفظ، کراچی انتظامیہ اور حکومت سندھ کی نااہلی اور علماء اہلسنّت کی حق گوئی اور فریضۂ منصبی اور دیگر کئی ایک اہم عنوانات پر خطاب فرمایا۔ اور پاکستان کے سب سے بڑے ایوان میں جمہور اہلسنت والجماعت کے حقوق کے تحفظ کا مقدمہ پیش فرمایا۔ ذیل میں سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے اس کی روئیداد نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین صاحب! میں نہایت ہی ادب سے گذارش کرتا ہوں۔ میں چند منٹ تاخیر سے آیا تو آپ نے میرا نام پکارا لیکن میں موجود نہیں تھا۔ کراچی کے مسئلے پر میری تحریک التواء تھی۔ اصل میں میں گذارش کرتا ہوں یہ تو پرسوں شام پڑھ کر سنائی گئی تھی۔ اور کارروائی کا حصہ بھی بن گئی ہے۔ اب پیش کرنے کی ضرورت ہی ہے۔ رات میں خود پیش کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ پیش کر چکے ہیں۔ ذرا آپ کارروائی دیکھیں۔ آپ نے رات بھی مجھے کہا کہ اب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ یہ آپ پڑھ چکے ہیں اس لئے سوچ رہا تھا کہ قاضی صاحب بھی موجود ہیں اور حضرات بھی موجود ہیں۔ سارے ایوان نے پرسوں رات اس معاملے کی اہمیت کو محسوس کر کے اس کو ترجیحی بنیاد پر پیش کرنے کی اجازت بھی دی تھی۔ تمام ارکان اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کو پہلے نمبر پر لیا جائے اور میں نے اس وقت پڑھ کر سنائی۔ کارروائی میں آچکی ہے۔ تو جناب وزیر داخلہ صاحب بھی موجود ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ چند منٹ کی تاخیر کو درگذر فرما کر آپ نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ بعض ممبران سے کیا ہے۔ وہ ملک سے بھی باہر رہے ہیں تو آپ نے ان کی تحاریک ....

مولانا سمیع الحق | میں شکر گذار ہوں لیکن مجھے چند منٹ کی تاخیر درگذر کر دیں۔ آنریبل وزیر داخلہ بھی موجود ہیں۔ اور وہ کچھ کہنا چاہیں تو آپ انہیں موقع دے دیں۔

مولانا سمیع الحق | حضرت میری گذارش سنئے یہ پیش ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین | اگر ہاؤس اب بھی اجازت دیتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے چونکہ اب سمیع الحق صاحب تشریف لائے ہیں۔

مولانا سمیع الحق | قوم کے سامنے وزیر داخلہ صاحب کی طرف سے بیان سے اطمینان ہو جائے گا۔

ملک نسیم احمد آہیر | مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مولانا سمیع الحق | میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ قومی اور ملی نوعیت کا حسب ذیل معاملہ زیر غور لایا جائے۔ کراچی کے اخبارات مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء سے واضح ہوتا ہے کہ پولیس نے جمشید روڈ کی مسجد میں عظمت صحابہؓ کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے ڈھائی سو افراد کو گرفتار کر لیا۔ سواد اعظم اہلسنت کے راہ نماؤں اور کانفرنس کے منتظمین کے خلاف مقدمات درج کر دیئے۔ لوگوں کو روکنے کے لئے سات اطراف سے ناکہ بندی کر لی۔ جامع مسجد بنوری ٹاؤن میں پولیس داخل ہوئی۔ جوتوں سے نمازیوں کو مارا۔ علماء کی داڑھیاں نوچی گئیں۔ سواد اعظم اہل سنت کے علماء کی گرفتاری کے لئے پولیس جلد ہی چھاپے مار رہی ہے۔ اس واقعہ سے پورے ملک کے اہلسنت مسلمانوں میں شدید بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین صاحب اس کے باضابطہ ہونے کے بارے میں میرے خیال میں اس سے بڑھ کر قومی اور فوری نوعیت کا معاملہ کیا ہو سکتا ہے جس سے پورے ملک کی یکجہتی متاثر ہو سکتی ہو۔ اور ملک کے ایک بہت بڑے حصے کے جذبات مجروح ہو سکتے ہوں۔ یہ تحریک میں نے ۱۱ اکتوبر کو پیش کی تھی۔ اور اس کے ابتدائی حصے کے بارے میں رات راجہ نادر پرویز صاحب بیان دے چکے ہیں اور انہوں نے صوبائی حکومت کی طرف سے کچھ حقائق بیان کئے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے ان کو صحیح پوزیشن نہیں بتائی تھی۔ رات انہوں نے فرمایا تھا کہ وہ جلوس نکالنا چاہتے تھے۔ تو قطعاً یہ صورت حال نہیں تھی۔ وہ اہلسنت والجماعت اپنے علاقے میں ایک مسجد میں عظمت صحابہؓ کانفرنس کرنا چاہتے تھے۔ اور اس کے لئے لوگ باہر سے آ رہے تھے وہاں ان کو بلا وجہ گرفتار کر دیا گیا۔ مسجد میں ہمیشہ ختم نبوت پر۔ عظمت صحابہ پر۔ اور توحید پر انہی موضوعات پر تقریریں ہوتی ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں نہ انہوں نے کوئی اشتعال دلایا نہ کسی فرقے کے خلاف مسئلہ تھا۔ انہوں نے چار پانچ سو افراد بلاوجہ گرفتار کئے۔ پھر اس کے رد عمل میں علماء نے حکومت کو وارننگ دی کہ ہم کل ۲۰ صفر کو اس طرف سے جلوس نہیں گزرنے دیں گے۔ وجہ اس کی کوئی جھگڑا وغیرہ نہیں تھا۔ یہ معاملہ پہلے گورنر جہانداد کی موجودگی میں طے ہو چکا تھا۔ اور ان کا تحریری معاہدہ موجود ہے انگریزی میں بھی سارا ایوان اس کا متن دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے باقاعدہ اس معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ شیعہ اور سنی حضرات کے علماء نے بیٹھ کر یہ طے کیا تھا اور اس معاہدے کا دفعہ ۳ صاف طور پر موجود ہے کہ آئندہ سے محرم اور صفر کے جلوس جمشید روڈ

سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے سامنے سے نہیں گذریں گے۔ اور مندرجہ بالا فیصلوں کی روشنی میں اس بات کو یقینی بنایا کہ محرم اور صفر میں نکلنے والے جلوس جو براہ راست جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن پر ختم ہوتے ہیں ان کے پرمٹ پھر اس راستے پر جاری نہ کئے جائیں۔

مولانا سمیع الحق: اور پرمٹ رکھنے والوں کو وسیع تر مفاد کے لئے متبادل راستے فراہم کئے جائیں۔ یہ اس معاہدہ کی واضح شق تھی۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو اپنے علاقے میں عظمت صحابہؓ کے بارے میں آپ جلسہ نہیں کرنے دیتے اور ان لوگوں کو چار سال سے اس راستہ سے بار بار گذار رہے ہیں۔ وہ اپیل کرتے ہیں اور جامعہ والے بڑے کھلے دل کے ساتھ کہتے ہیں کہ چلئے اس سال گذار لیجئے۔

پھر اس کے بعد آخری مرحلہ یہ آیا کہ انہوں نے مجبوراً کہا کہ ہم اس راستے اب اس جلوس کو نہیں گذرنے دیں گے کیونکہ وہ ایک اہلسنت کی دینی یونیورسٹی ہے یہ صرف ایک چھوٹا سا مدرسہ نہیں ہے۔ تقریباً ۲۵ ممالک کے طالب علم جن میں امریکہ افریقہ۔ یورپ کے ممالک کے طلبا پڑھتے ہیں۔ اس کے گیٹ کے سامنے کوئی شیعہ آبادی بھی نہیں ہے۔ ایک فرد بھی شیعہ آباد نہیں ہے۔ جب یہ جلوس یہاں پہ آتا ہے۔ اس وقت طالب علم بھی چھتوں پہ چڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح فسادات کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر وقت ہمارا مدرسہ ان خطرات میں گھرا رہتا ہے۔ چند گز کے فاصلے پر پیچھے سے ایک گلی ہے۔ جنوب کی طرف جہانگیر روڈ سے بھی راستہ ہے وہاں سے گذار سکتے ہیں۔ ان کا یہی مطالبہ تھا کہ اگر آپ مدرسہ کے سامنے سے جلوس نکالیں گے تو فسادات کا خطرہ ہے۔

اس سے پہلے کراچی میں شدید فسادات ہوئے تھے۔ دکانوں کو جلایا گیا تھا۔ لوٹ مار ہوئی تھی۔ دو آدمی مر بھی گئے تھے۔ پھر کل جو واقعات ہوئے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہیں۔ وہ تو اپنے مدرسہ میں جو کہ چار پانچ ہزار تھے۔ گیٹ بند کر کے جلسہ کر رہے تھے کہ اچانک ساڑھے نو بجے ان پر شلنگ شروع کی گئی۔ اور یہ شلنگ ½ ۱۱ بجے تک جاری رہی۔ ہم وہاں گئے۔ پرسوں ہم نے اصلاح کی پوری کوشش کی ہے۔ کمشنر صاحب سے ہم ملے ہیں۔ اور ہمارے آدمی نے رات کو دو ہوم سکرٹری صاحب سے بھی بات چیت کی ہے ہم نے کہا کہ ہم ہر طریقے پر ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔ ہوم سکرٹری سے ایک معاہدہ بھی ہوا تھا۔ ہوم سکرٹری صاحب بھی شاید وزیر داخلہ صاحب کو یہ ساری تفصیلات نہیں بتا سکے ہیں۔ رات کے دو بجے پرسوں ہوم سکرٹری صاحب سے ہمارا معاہدہ ہوا کہ پولیس موجود نہیں ہوگی چلئے اگر فوج امن قائم کرنے کے لئے آتی ہے تو ٹھیک ہے لیکن پولیس کو تو دیکھتے ہی لوگ چیڑ جاتے ہیں۔ کراچی کے حالات حساس ہیں۔ وہاں پولیس کے آنے سے چار و ناچار فسادات شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے یہ ایگری کیا کہ پولیس نہیں آئے گی۔ دوسری انہوں نے یہ بات کہی کہ جو علماء گرفتار ہیں ان کو ہم گرفتار تو کریں گے لیکن ان کے ساتھ کوئی غیر مہذب سلوک نہیں کریں گے۔ تیسری بات ہوم سکرٹری صاحب سے یہ طے ہوئی تھی کہ کل آٹھ سے دس بجے تک جو افراد جیلوں میں بند ہیں ان کو رہا کر دیں گے۔

جناب حمیز وخان پلیجو | مولانا صاحب کم ازکم ایسی بات توکریں جوحقیقت پر مبنی ہو۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کئی افراد ہیں وہ مارے گئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق | میں نے یہ جملہ کب کہا ہے کہ کئی افراد مارے گئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق | میں نے کہا ہے کہ "۴۸" ہیں

مولانا سمیع الحق | میں یہی عرض کرتا ہوں کہ ہم مان گئے تھے کہ اگر یہ تین شرائط ہیں تو چلیے جلوس گذرنے دیں۔ شرائط یہ تھیں۔ اگر وہ علمار کو گرفتار کریں گے تو ان سے بدتمیزی کا سلوک نہیں کریں گے۔

۲۔ آٹھ سے ۱۰ بجے تک وہ پانچ چھ سو افراد جو گرفتار ہیں، جب حکومت مانتی ہے، جو کہ حقیقت میں ایک ہزار سے بھی زیادہ ہیں کو جیلوں سے رہا کر دیا جائے گا۔ ۳۔ پھر یہ بھی معاہدہ ہوا تھا کہ جن علمار کو ہم گرفتار کریں گے۔ کل جو گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کو شام تک کسی جگہ آرام سے رکھیں گے اور شام کو چھوڑ دیں گے۔

لیکن ابھی ابھی ہماری کراچی بات ہوئی ہے کہ وہ علمار، جو کہ جید علمار ہیں۔ اب تک لانڈھی جیل میں بند ہیں۔ وہاں ان کو رکھا گیا ہے۔ نہ ان قیدیوں کو جو ۹ تاریخ کو گرفتار ہوئے تھے چھوڑا گیا ہے۔

جناب چیئرمین | مولانا صاحب اگر میں آپ کی توجہ ...

مولانا سمیع الحق | بہرحال میرا یہ فریضہ ہے جو کچھ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سیاسی دکانداری چمکاتے ہیں۔ آخر میں یہ بات نہ کروں تو کون کرے۔ مجھ پر ان علمار کا حق ہے جن کا میں نمائندہ ہوں اور میری پارٹی جمعیت علمار اسلام کے ایک ہزار افراد اس وقت اندر ہیں۔ اور پھر یہ ایک مدرسہ ہے۔ ہمارا پورے ملک میں ایک نظام ہے جس کے تحت ایک ڈیڑھ ہزار مدارس چل رہے ہیں۔ یہ ایک وفاق المدارس العربیہ ایک تنظیم ہے یہ اس کا سنٹر ہے اور میرے والد صاحب ان ڈیڑھ ہزار مدارس کے سرپرست ہیں۔ اب اگر میں یہاں خاموش رہوں۔ اپنے مسلک اور علمار کے بارے میں آواز بھی نہ اٹھا سکوں .... مجھے ہرگز سیاست کی دکان نہیں چمکانی ہے۔ یہ میرا فریضہ ہے کہ میں ان کی بات کروں۔

جناب چیئرمین | میرے خیال میں آپ کو یہ سوجسٹ نہیں کیا جا رہا ہے کہ آپ خاموش رہیں آپ کو سوجسٹ یہ کیا جا رہا ہے کہ رولز کے مطابق، قانون کے مطابق جو ایڈمسیبلٹی بننی ہے اس پر ذرا آئیں۔

مولانا سمیع الحق | میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک المناک سانحہ ہے ملی اور فوری نوعیت کا ہے۔ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر اللہ کے ایک گھر کی بے حرمتی ہو۔ ہر دو سیکنڈ بعد مسلسل وہاں ایک گولہ آتا رہا۔ پھر ایدھی ٹرسٹ نے ایمبولینس بھیجی اور زخمی اور بے ہوش طالب علموں کو ہسپتالوں میں لے جایا گیا۔ ایک بے چارہ عبدالغنی نامی شخص مر بھی گیا۔

مولانا سمیع الحق | پھر شیعہ حضرات ....

جناب طارق چوہدری | مولانا صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمارے ایک ہزار افراد اندر ہیں تو چاہتا ہوں کہ ان کے کھانے کا

خرچہ ان سے ضرور لیا جائے۔

مولانا سمیع الحق | پھر افسوسناک صورت یہ پیدا ہوئی کہ ہمارے علماء باہر نہیں نکلے تھے، جو جلوس گزر رہا تھا اس نے صرف گذرنے تک اکتفا نہیں کیا۔ جلوس نے مدرسہ کے طالب علموں پر پتھراؤ کیا اور وہاں کرنل قاضی زاہد اللہ، اس کی موجودگی میں جلوس والوں نے پتھر برسائے۔ وہ کرنل کہتا ہے کہ میں عدالت میں بھی جاکر یہ گواہی دے سکتا ہوں۔ کہ جلوس پر امن طریقہ سے گذرا ہی نہیں۔ بلکہ اس نے طالب علموں پر پتھر بھی برسائے۔

جناب چیئرمین | آپ پھر واقعات کی تفصیل بتا رہے ہیں جو کہ ایڈ مسیبلٹی کی سٹیج پر جائز نہیں ہے لیکن میں آپ کو اس لئے اجازت دے رہا ہوں کہ . . .

مولانا سمیع الحق | میں آپ کا بہر حال شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے موقعہ دیا۔

مولانا سمیع الحق | چلئے، میں صرف اتنی گذارش کرتا ہوں۔

ملک نسیم آہیر | اور جو FIR ر 65 ہے اس کے تحت اکیاون افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ۸۲ - افراد ٹوٹل گرفتار ہوئے ہیں تو قانون کا . . .

مولانا سمیع الحق | پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب راجہ نادر پرویز صاحب نے پرسوں رات کو ۲۴۸ افراد کا بتایا یا نقالیوں ہیں۔

(اس کے بعد جناب وزیر داخلہ نے جوابی تقریر کی تو مولانا سمیع الحق نے فرمایا)

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب، ہمیں وزیر داخلہ صاحب کے جذبات کا احترام ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس ملک میں مکمل ہم آہنگی ہو۔ یک جہتی ہو۔ لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ زیادتی کس کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ صوبائی انتظامیہ کی اطلاعات پر انحصار کریں گے تو ان کے سامنے صحیح حقائق نہیں آسکیں گے۔ کیوں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سارے جھگڑے کی بنیاد ایک معاہدہ ہے، جو گورنر کے ساتھ ہوا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ مجھے اس کا علم ہی نہیں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے وہ حقائق نہیں رکھتے۔ اب انہیں چاہیئے کہ لازماً ایک ٹریبونل مقرر کردیں اور صحیح تحقیقات ہو جائیں۔ جو زیادتی کرتا ہے اس کو روک لیا جائے تاکہ آئندہ یہ سلسلہ نہ چلے۔

جناب چیئرمین | میرے خیال میں آپ حضرات مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں آپ کو رولنگ دے ہی دوں۔ اگر رولنگ آپ کو چاہیئے تو یہ ایک پیراونشل معاملہ ہے۔ آپ اس کو پریس کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ مولانا صاحب

مولانا سمیع الحق | وزیر داخلہ صاحب آخر میں مکر گئے انہوں نے کہا ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ان سے کہیں گے اگر وہ کہے۔ میں بالکل پریس کروں گا جی ☆

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

ضبط و ترتیب :- مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق

افغانستان کے محاذِ جنگ سے مکتوب اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا جواب

۲ دسمبر ۸۷ء - دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و سابق مدرس ولایت پکتیا کے مجاہدین کے جرنیل مجاہد کبیر مولانا جلال الدین حقانی کی طرف سے محاذِ جنگ سے یکم دسمبر کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے نام درج ذیل مضمون کا مکتوب موصول ہوا۔

" آپ حضرات کو معلوم ہو کہ افغان کی ملحد حکومت نے اپنے جبر ظلم و بربریت کی بنا، پر کثیر تعداد میں فوج بھیجنے کا ارادہ کر رکھا ہے : تاکہ اپنے لئے گردیز سے خوست تک کے تمام راستے خالی کردے۔ اور مجاہدین کے مراکز درمیان سے نکال دے صورت حال یہ ہے کہ یہاں مجاہدین کی تعداد کم ہے۔ روسی فوج بہت زیادہ اور یلغار کے ساتھ آئی ہوئی ہے۔ لہذا آپ حضرات سے درخواست ہے کہ خصوصیت کے ساتھ شب و روز کی دعاؤں اور مستجاب اوقات میں پر خلوص توجہات سے بھرپور زور فرماویں۔ اور اگر ہماری امداد کے لئے جہاد میں شرکت کی ممکنہ صورتیں اختیار کی جاسکیں تو نورٌ علیٰ نور ہو گا۔ اور آپ حضرات کا بے حد کرم ہو گا"

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو جب مکتوب گرامی سنایا گیا تو بڑے بے چین ہوئے ہر لمحہ مجاہدین کی کامیابی اور فتح مندی کی دعائیں وردِ زبان تھیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور بعض سرکردہ طلبہ سے اور محاذِ جنگ سے رابطہ رکھنے والے رفقا سے مشاورت جاری تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے اشارات کو بھی طلبہ سمجھ رہے تھے۔ بالآخر بعد العصر ۴۵ طلبہ کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ کی اجازت سے باقاعدہ طور عملاً محاذِ جنگ میں شریک ہونے کا مشورہ چاہا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، طلبہ کی ذہانت اور مزاج شناسی پر بڑے خوش ہوئے۔ بڑی خوشی سے انہیں اجازت مع خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ اور مجھے خصوصیت سے تاکید فرمائی کہ محاذِ جنگ پر جانے والے طلبہ کے پیش آمدہ مسائل میں خصوصی دلچسپی لی جائے۔ اور ان کی مشکلات حتی الوسع رفع کی جائیں۔

پھر احقر سے حضرت مولانا جلال الدین حقانی کے نام خط لکھواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

" اس وقت آپ حضرات پر جو کرب و الم اور مشکل حالات آئے ہیں جی چاہتا ہے کہ کسی بھی طریقہ سے آپ کے پاس پہنچ کر آپ کے شانہ بشانہ روسی دشمن سے مقابلہ میں شریک ہوں۔ اب بھی میرا ڈھانچہ اور لاشہ اگر کسی بھی کام آسکے میدان کارزار میں

ے اس سعادت سے ہرگز محروم نہ کیجئے گا۔ ہر وقت آپ کی کامیابی اور عافیت کے لئے دل سے دعا گو رہتا ہوں۔ درس حدیث
ہر نماز کے بعد آپ حضرات کی فتح مندی کی دعائیں کرتا ہوں۔ آپ کے حکم پر ۴۵ مجاہدین طلبہ کی ایک جماعت بھیج رہا ہوں۔
ب آپ کے خادم اور آپ کے اشارہ ابرو پر قربان ہونے کو تیار رہیں۔ اور کچھ نقدی رقم بھی جماعت کے امیر کے حوالے کر دی ہے
ے اپنے مجاہدین کے مصارف میں استعمال فرمائیے۔ خدا کرے کہ جلد اپنی عافیت اور فتح مندی کی بشارت سے اس گناہ گار کو مطلع
ملیں۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت کی سرخروئیوں سے نوازے۔ آمین "

اس کے بعد مجاہدین طلبہ کی جماعت کو رخصت کرتے ہوئے بڑی گریہ والحاح کے ساتھ دعا فرمائی۔ حضرت شیخ الحدیث
ہ یہ تھا کہ مجھے کھڑا کر دیا جائے تاکہ مجاہدین طلبہ کو اعزاز کے ساتھ رخصت کر سکوں۔ مگر طلبہ نے باصرار آپ کو اٹھنے کی زحمت
ب ا دی۔ اور بیٹھے بیٹھے آپ سے معانقے مصافحے کرتے اور دعائیں لیتے رہے۔ دوسرے روز صبح ۸ بجے اس قافلہ کی سوئے
ل روانگی ہوئی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات

۳ر دسمبر ۸۷ء۔ احقر نے اپنی تازہ تالیف "امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" کا ایک
نسخہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو بڑے خوش ہوئے۔ حضرت العلامہ
انا سمیع الحق مدظلہ کا پیش لفظ سنا۔ جگہ جگہ فہرست کے عنوانات اور ابواب دوبارہ سنے اور ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ
نی تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اللہ پاک قبول فرماوے یہ کتاب ملت حنیفہ کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ میری
، دعا ہے کہ اللہ پاک اسے قبول فرماوے اور مؤلف کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین اور ملحدین و منکرین کے رد کی توفیق ارزانی
وے۔ مسلمان اس کا مطالعہ کریں اس کے واقعات اور تاریخی حکایات اہل ایمان کی تقویت اور ہدایت کا ذریعہ بنیں گے۔

لندن میں دینی کام کرنے والوں کو خصوصی نصیحت

۹ر دسمبر ۸۷ء۔ نماز مغرب کا وقت ہوا۔ اذان ہو چکی تھی۔ اور نماز کے لئے صفیں درست
کی جا رہی تھیں کہ انگلینڈ سے جناب مفتی محمد اسلم صاحب اور ان کے ساتھ جناب قاری
عبیدالرحمٰن صاحب تشریف لائے۔ نماز قاری صاحب نے پڑھائی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نماز سے فارغ ہوئے تو جناب
فتی محمد اسلم اور قاری صاحب موصوف آگے بڑھے مصافحہ کیا۔ مہمان کا تعارف کرایا۔ حضرت! یہ جامعہ بنوری ٹاؤن
ہ مفتی ہیں۔ اب انگلینڈ میں ہوتے ہیں۔ ختم نبوت کی تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں آئے تھے۔ آپ کی زیارت و
قات اور حصول دعا کی تمنا تھی۔ کہ آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کروں۔ الحمدللہ اللہ پاک نے آج یہ
عادت عطا فرمائی۔ مجھے لندن میں رہتے ہوئے وہاں کے حالات کے مطابق خصوصی نصیحت سے نوازئیے۔ تو حضرت
شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا۔ آپ حضرات خود علماء ہیں۔ مبلغ ہیں مفتی ہیں۔ خدا نے علم دین سے سرفراز فرمایا ہے میری کیا نصیحت
و گی۔ میں خود نصیحت کا محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ خدمت اور اشاعت دین میں
صروف کار ہیں۔ اپنا وطن اور اپنے عیش و عشرت کے اسباب چھوڑ کر اتنے دور گئے ہوئے ہیں۔ یہ رفع درجات اور اجر

عظیم کا ذریعہ ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی دے۔ خدا حافظ ہو۔ ہاں اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں کو۔ جو دین کے اولین داعی ہیں ان کو بھی عامۃ الناس سے نرم اور قول لین کی تاکید فرمائی ہے۔

تبلیغ اور دعوت کے کام میں نرمی، مصلحت، محبت اور شفقت کا انداز اختیار کریں۔ آپ جہاں پر ہیں وہ تو کفر اور بغاوت کے مراکز ہیں۔ ایسے مراکز میں زبان کی طرح نرمی سے کام لینا ہوگا۔ کہ کام بھی ہوتا رہے اور محفوظ بھی رہے۔ تقریر اور زبانی دعوت سے بڑھ کر اپنے کردار و عمل اور معاملہ و تعلق کی دعوت سے لوگوں کو دین کی طرف بلائیں۔ شب و روز کی زندگی شریعت کے مطابق ڈھال دیں۔ جب راستہ چلیں جب کاروبار کریں جب آنا جانا ہو تو سب اسلام کے مطابق ہو۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ تعلیم کی طرح مسلمانوں کے اعمال بھی امن و فلاح کی ضمانت ہیں۔ جس قدر بھی حکمت عملی سے کام لیں گے خدا تعالیٰ اتنا ہی راستہ کھولیں گے۔ بہرحال آپ حضرت خود صاحب واقعہ ہیں اہل علم ہیں تو آپ کی رائے بھی معتبر ہو سکتی ہے خدا تعالیٰ مزید ترقیوں سے مالا مال فرماوے۔

جہاد افغانستان اور مشاورت | ۲۰ نومبر۔ حسب معمول حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ جہاد افغانستان کا ذکر ہوا تو ارشاد فرمایا۔

موجودہ حالات میں مجاہدین کو بعض اہم ترین مسائل اور مشکلات پیش آتے ہیں۔ کل مجھے یاد دلا دیں کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور مفتی حضرات سے اس سلسلہ میں مشورہ کریں گے۔

تہجد کے لئے چارپائی الٹ دی جائے | اسی مجلس میں شاہ بلبن کا ذکر ہوا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ موصوف بڑے متقی، پرہیزگار اور خدا پرست انسان تھے گھر میں ایک ہزار لونڈیاں تھیں اکثر کو قرآن حفظ تھا۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ کو تاکید کر رکھی تھی کہ جب تہجد کا وقت ہو تو مجھے لازماً اٹھایا جائے اور اگر میں سستی کروں یا کسل ہو تو مجھ پر چارپائی الٹ دی جائے۔

مجاہدین کی برکتیں | آخر پر دعا ہو رہی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دعا سے فارغ ہوئے تو ایک افغان مجاہد حاضر ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ان پر نظر پڑی تو ارشاد فرمایا۔ یہ دیکھئے مجاہد آگئے ہیں۔ دوبارہ دعا کر لیتے ہیں ان کو اپنی دعا میں شریک کر لیں گے ان کے وسیلے اور برکت سے اللہ پاک ہماری دعا بھی قبول فرمالیں گے۔

سیرت المصطفیٰؐ | سیر اور مغازی کے مباحث کا تذکرہ ہوا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اردو زبان میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے اس موضوع پر "سیرت المصطفیٰؐ" میں خوب لکھا ہے۔ سیرت المصطفیٰؐ اپنے موضوع پر محدثانہ اور تحقیقی انداز کی لاجواب کتاب ہے۔

بچوں کا مٹی کھانے سے علاج | ۵ دسمبر۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک فوجی افسر احسان الحق خان تشریف لائے تھے۔ کئی ایک مہمان موجود تھے۔ دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور طلبہ بھی حاضر مجلس تھے۔ ڈیرہ کے مہمان نے عرض کیا۔

ہزت! میرا ڈیڑھ سال کا چھوٹا بچہ ہے اسے مٹی کھانے کی عادت ہے۔ مختلف تراکیب اختیار کیں مگر وہ باز نہیں آتا
بضرت شیخ الحدیث نے ارشاد فرمایا۔

مرغی کا انڈہ لے کر اسے پانی میں ابال دیں جب پک جائے تو ٹھنڈا کر کے چھلکا اتار لیں اور سیاہی لئے بغیر
ضو ناخن سے یا پاک تنکے سے اس پر یہ آیت لکھ لیں۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

پھر تھوڑا تھوڑا کر کے بچے کو کھلاتے رہیں۔ انڈہ قابض ہے۔ وقفے وقفے سے کھلاتے رہیں اس کی برکت سے
پاک رحم فرمادے گا۔ اگر اس کے اثرات جلد ظاہر نہ ہوں تو پھر دوسرے انڈے پر بھی لکھ کر بچے کو کھلائیں اللہ پاک
فرمادے گا۔

موذیات سے حفاظت | اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جگہ پر موذیات، سانپ، بچھو وغیرہ کا خطرہ ہو
یا رہ ہوں تو پانچ میخیں لے کر ان پر چالیس مرتبہ " وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ " پڑھ
م کریں اور چار میخوں کو چاروں کونوں میں اور ایک میخ وسط میں گاڑ دیں۔ اللہ پاک موذیات کے شر سے اور نقصان سے
ظ فرمادے گا۔

جب چیونٹیاں تنگ کریں | دارالعلوم کے ایک طالب علم نے شکایت کی کہ حضرت! ہمارے کمرے میں چیونٹیاں بہت
ہیں اور ستاتی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مٹی منگوائی اور اس پر یہ آیت پڑھ کر دم فرماتے رہے۔

" يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ :۔ اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے اور
انہیں خبر بھی نہ ہو۔

ارشاد فرمایا۔ اس مٹی کو چیونٹیوں کے راستے پر بکھیر دو۔ اللہ پاک اپنے کرم سے ان کی اذیت سے محفوظ فرمادے گا
آیت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات اور چیونٹیوں تک اپنی جنس سے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے
حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کی آمد کا اندیشہ ہوا تو چیونٹیوں کے سردار نے کہا اور اپنی جنس کے تمام افراد سے خطاب
تے ہوئے کہا۔ یا ایہا النمل الخ۔ اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے
نہیں خبر بھی نہ ہو۔

وہم لا یشعرون سے پیغمبر کی عظمت، ادب اور احترام کی طرف اشارہ ہے کہ خود پیغمبر کسی بھی مخلوق کے لئے تکلیف

بقیہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ کریں

گورنمنٹ آف پاکستان
وزارت مذہبی و اقلیتی امور

اسلام آباد - ۲۷ جنوری ۱۹۸۸ء

مقابلہ کتبِ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

وفاقی وزارتِ مذہبی و اقلیتی امور نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کی شائع شدہ کتب پر مندرجہ ذیل صدارتی ایوارڈ دینے کا اعلان کیا ہے :-

۱۔ قومی زبان (اردو) میں نعتیہ کتب کا مقابلہ — ایک انعام مبلغ پندرہ ھزار روپے

۲۔ علاقائی زبانوں (پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی اور سرائیکی) میں نعتیہ کتب کا مقابلہ — ہر انعام مبلغ دس ہزار روپے

شرائط برائے اہلیت :- ۱۔ نعت شریف میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت، ان کی زندگی کے بارے میں، ان کی سیرت پاک، تبلیغات اور انہوں نے معاشرہ میں جو انقلابی تبدیلیاں لائی ہیں، وہ سب کچھ بیان ہونے چاہئیں۔ ۲۔ کتاب کی اشاعت گذشتہ پانچ سالوں (۱۹۸۲ تا ۱۹۸۷) میں ہوئی ہو۔ ۳۔ کتاب ہر قسم متنازعہ امور سے پاک ہونا چاہیئے۔ ۴۔ کتاب بنیادی طور پر اپنا ہونا چاہیئے اور کسی بھی صورت میں کسی دوسری زبان میں پہلے سے شائع شدہ یا کوئی ترجمہ یا اخذ کیا ہوا نہیں ہونا چاہیئے۔ ۵۔ کتاب شعری صورت میں ہونا چاہیئے۔ ۶۔ ارسال کئے جانے والے پیکٹ پر مقابلے کا نام لکھا ہونا چاہیئے۔ ۷۔ وزارت کو یہ حق حاصل ہے کہ مطلوبہ شرائط پورا نہ کرنے والے کتب کو مسترد کرے۔ ۸۔ مقابلہ میں مرد/خواتین دونوں حصہ لے سکتے ہیں، تاہم وزارتِ مذہبی و اقلیتی امور کے ملازمین مقابلہ میں حصہ نہیں لے سکتے۔

مقابلہ میں حصہ لینے والوں (مرد/خواتین) سے درخواست ہے کہ وہ اپنے کتاب کی دس کاپیاں معہ بایوڈاٹا کے مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۸۸ء تک زیر دستخطی کو ارسال کریں۔

مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والی کتابوں کو مقابلہ میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

حبیب الرحمٰن
(ڈائرکٹر (ریسرچ اینڈ ریفرنس ونگ)
وزارت مذہبی و اقلیتی امور
اسلام آباد۔ فون نمبر: ۸۲۸۷۷۲

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

موجودہ عالم اسلام کے لئے

فیصلہ کُن محاذ اور مرکزی میدانِ عمل

مکہ مکرمہ میں ۱۸ / ۲۳ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۱ / ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کا تیسرا اجتماع ہوا جس میں ۱۲۳ ملکوں سے اسلامی تنظیمات جماعات اور مسلم زعماء و مفکرین نے شرکت کی اس کانفرنس کا رہبر مقالہ ہندوستان کے عالم جلیل مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا تھا جسے سنکر حاضرین مؤتمر نے مطالبہ کیا کہ اس کو مؤتمر کی اولین تجویز قرار دی جائے۔ رابطہ عالم اسلامی کے نائب سیکرٹری جنرل علامہ محمد العبودی نے جو اس اجلاس کی صدارت کر رہے تھے اس تجویز سے اتفاق کیا اور قرارداد مرتب کرنے والی کمیٹی کے حوالے کرنے اور علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں شائع کرنے کا اعلان کیا +

حضرات: ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں ——————— میرے لئے یہ بات باعث مسرت ہے کہ میرے مخاطب وہ حضرات ہیں جو امت کی فکری رہنمائی کر رہے ہیں اور اسلامی جمعیتوں اور تنظیموں کے ذمہ دار ہیں اور سب ہی دین کی خدمت سے وابستہ ہیں اور سب سے زیادہ یہ بات میرے جذبات کے لئے مہمیز کا کام کر رہی ہے کہ یہ گفتگو وہاں ہو رہی ہے جو دعوت اسلام کا اولین مرکز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی جگہ اور بلد امین ہے۔ میں اگر آپ کو مخاطب کر کے ایک عرب شاعر کا یہ شعر پڑھوں تو بے جا نہ ہوگا کہ:۔

(حولۃ الجندل کی بلبل! مناسب وقت ہے کہ) تو نغمہ سرا ہو، سعاد نگاہوں کے سامنے گوش برآواز ہے)

حضرات! دعوتِ اسلامی کا موضوع کوئی نیا موضوع نہیں ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا اور بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور عصر حاضر میں تو اس پر کافی ریسرچ کیا گیا ہے تحقیقی مقالات اور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس موضوع پر پوری لائبریری تیار ہو چکی ہے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ اس موضوع پر علمی اور تحقیقی انداز میں کچھ لکھوں۔ چنانچہ میری کتاب رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام (تاریخ دعوت وعزیمت) چار جلدوں میں - ۲- قرآن و سیرت نبوی میں دعوت

دین کا اسلوب اور مبلغین کے اوصاف ۔۳۔ ہندوستان میں اسلامی دعوت اور اس کا ارتقاء ۔۴۔ دعوت کا حکیمانہ اسلوب اور مبلغین کے اوصاف ۔ ۵ ۔ دینی دعوت ہی کے ذریعہ سوسائٹی کو جاہلیت سے بچایا جا سکتا ہے ۔ اور دین کو تحریف سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے ۔ ۶۔ علماء و مبلغین کے لئے اصلاح کا صحیح طریقہ ۔ ۷۔ علماء کی تربیت اور دین کا داعی تیار کرنے میں اسلامی یونیورسٹیوں کا کردار اسی موضوع پر ہیں ۔ جو اپنی صوری اور معنوی ہر لحاظ سے ممتاز ہے ۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اپنی گفتگو صرف ایک موضوع پر محدود رکھوں ۔ اور وہ ہے دعوتِ دین کے فیصلہ کن محاذ اور اس کے مرکزی میدان عمل ۔ جن سے نہ صرف دعوت کا رخ متعین کیا جا سکے گا بلکہ عالم اسلام کی منزل کا تعین ممکن ہو گا ۔ میں اپنے محدود مطالعہ ، ماضی کے تجربات اور حقائق کی روشنی میں صرف اپنی عملی کوششوں کی نشان دہی کروں گا ۔ وباللہ التوفیق ۔

۱ ۔ مسلم عوام اور ان کے تمام گروہوں میں ایمان کی قوت کو بیدار کرنا اور اس کو جلا دینا ۔ کیونکہ ان گروہوں اور ان عوام کا اسلام سے وابستہ رہنا اور اس کے لیے ان کے دلوں میں جوش کا قائم رہنا ایک مستحکم اور بلند شہر پناہ کی حیثیت رکھتا ہے جس پر اس شہر اسلام کی بقا کا مدار ہے ۔ یہی نہیں بلکہ بہتری اسلام کی حکومتوں اور سربراہوں کو یہی چیز اسلام پر وابستہ رہنے پر مجبور کر سکتی ہے ۔ مسلمانوں کے دینی احساس کا ابھرنا اسلام کی قوت کا سرچشمہ اور اس کا راس المال ہے اور یہی وہ خام مال ہے جو ہر پاک و مفید مقصد کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اور ایسے افراد کا وجود جوش عمل اور وسعت قلب و نظر اور اخلاص کے لحاظ سے پوری انسانی آبادی کا جوہر اور اس کا سب سے مفید اور مضبوط ترین مجموعہ ہو گا ۔

ایمان کی پختگی اور دین کے لئے سرگرمی اور جوش عمل اسی وقت کار آمد ہو گی جب اس کے شرائط بھی پورے ہوں اور ان افراد میں وہ اوصاف بھی پائے جائیں جن کی بنا پر وہ نصرت خداوندی کے مستحق ہوں ۔ اور مشکلات پر قابو پانے اور دشمنوں پر غالب آنے کے سزاوار ہوں وہ بنیادی شرائط یہ ہیں ۔

عقیدہ کی تصحیح ، صرف خدائے واحد کی عبادت ۔ اور ہر قسم کے شرک اور غلط عقائد سے مبرا ہونا ۔ جاہلیت کے رسوم اور غیر اسلامی شعائر ، نفاق ، عمل اور عقیدہ میں دورخی ۔ قول و عمل کے درمیان تضاد ۔ اور گذشتہ اقوام کی روش سے اجتناب ، جو اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب اور بے تعلق کی مستحق قرار دی گئی ۔ نیز موجودہ اقوام کی روش سے پرہیز ۔ جو اللہ کو بھول گئیں ۔ تو اللہ نے خود ان کو فراموش کیا ۔ اور جو دنیا کو تباہی اور ہلاکت کے راستہ پر چلا رہی ہیں ۔

اسی کے ساتھ ساتھ دینی شعور کو صحیح راستے پر لگانا اور اس کے شعور کی پرورش کرنا بھی ضروری ہے جس سے وہ مسائل و حقائق کو اچھی طرح سمجھ سکیں ۔ دوست و دشمن میں تمیز کر سکیں اور نت نئے اندا ز تحریکوں کے دھوکہ میں نہ آئیں ۔ تاکہ ہماری اگلی زندگی میں وہ ایسے دوبارہ نہ پیش آئیں ۔ جو قومی نعرہ بازیوں اور جاہلیت کی تحریکوں کے دھوکہ میں شکار ہونے کے سبب پیش آئے یا جو انسانی تعصب اور رسم و رواج کی پابندی کی وجہ سے نیز چالاک و ناپاک قیادت اور بیرونی سازشوں کے سبب نہیں ۔ اور دینی شعور اور فراست ایمان کی کمی کی وجہ سے مسلم عوام اپنی سادہ لوحی کا

شکار ہو گئے۔

۲- مذہبی حقائق اور دینی تصورات کو تحریف اور عصر حاضر کے مغربی تصورات سے محفوظ رکھنا۔ سیاسیات و اقتصادیات کی اصطلاحوں کو دینی مقاصد کے بیان کرنے کے لئے استعمال کرنے سے باز رکھنا چاہئے۔ اور دین کو خالص سیاسی نظریہ کے طور پر پیش کرنے اور عصر حاضر کے فلسفیانہ اصول سے اسلامی اصول کے مطابق کرنے کی مبالغہ کوشش کے نقصانات سے باخبر رہنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دینی حقائق اسلام کے بنیادی اور ہمیشہ قائم رہنے والے اصول ہیں وہ اپنی جگہ پر مستقل بالذات ہیں اور وہ خود اپنے معیار ہیں ان معیاروں کو کسی دوسری کسوٹی پر جانچنے کی ضرورت نہیں ہے اس کو ناپنے کے لئے خود اسی کا گز ہے۔ انبیاء کرام کی دعوت کا موضوع یہی اصول تھے اور اسی کے لئے انہوں نے سعی وجدوجہد کی اور انہی پیمانوں پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔

اسی طرح ان باتوں سے پرہیز بھی ضروری ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کمزور کرے۔ آخرت میں ایمان کی اہمیت کو گھٹانے اور مومن کے دل سے احکام خداوندی پر عمل کرنے کے شوق جذبہ کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے شوق کو، اللہ سے تقرب کی تمنا کو اور اس کی رضا کے لئے اور اس کے ثواب کی امیدیں کاوش کرنے کو بے اہمیت قرار دے کیونکہ یہ باتیں اگر پیدا ہو گئیں تو امت کا تشخص اور اس کی انفرادیت مجروح ہوگی۔ اور عنداللہ ایسے لوگوں کا کوئی وزن نہیں ہے گا۔ اسی طرح بت پرستی کے عقیدوں، صریح شرک اور جاہلی عقیدہ ورواج کی برائیاں بھی ذہن نشین ہونا چاہیئے اور صرف دستور و نظام پر تنقید اور غیر اسلامی حکومتوں کی زبانی مخالفت کو کافی سمجھنا دین کے قدیم سماوی اسلوب سے روگردانی اور جدید سیاسی اسلوب کی پیروی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی، جذباتی اور قلبی تعلق کی پختگی اور آپ کی ذات گرامی سے گہری محبت جو اپنی ذات اہل وعیال اور آل اولاد سے ہو جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حیثیت سے ایمان کہ آپ خاتم رسل مولائے کل اور ہادی سبل ہیں اور آپ سے تعلق خاطر دین کی بنیاد ہے لہٰذا ان عوامل سے بچنا ضروری ہے جو اس محبت کے سرچشمہ کو خشک کرنے کا سبب بنیں یا کم از کم ان کو کمزور کریں۔ جذبات و احساسات میں سردمہری پیدا کریں۔ اور اس کے نتیجہ میں سنت پر عمل میں کوتاہی پیدا ہو، بے باکی اور دیدہ ذہنی پیدا ہو۔ مزاج وافتاد ایسے رخ پر پڑ جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرمایۂ فخر یاد کرنے اور آپ کی سیرت پڑھنے اور سمجھنے کا شوق کم ہو۔ اور آپ کی محبت کو ابھارنے اور اس کو غذا دینے کے ذریعہ سے روگردانی مذاق عام بن جائے۔ ہمارے موضوع کے اس پہلو پر ایک کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور خاص طور پر عرب بھائیوں کو اس کی زیادہ فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ عرب قومیت کی تحریکوں اور ماضی قریب کے حوادث نے ان کو اس سرچشمہ سے دور کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کا سرمایۂ حیات ہے اور جس کے وہ زیادہ حقدار اور زیادہ ضرورت مند ہیں۔ کیونکہ بعثت محمدیہ سے یہی سرزمین مشرف

ہوئی اور قرآن کریم ان کی زبان میں نازل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی زبان میں گفتگو فرمائی۔

تعلیم یافتہ طبقہ میں اور اس طبقہ میں اسلام پر اعتماد کی بحالی جن کے ہاتھوں تعلیم و تربیت اور مسائل ابلاغ کی باگ ڈور ہے۔ اسلام پر اعتماد کی بحالی کا مطلب ہے یہ کہ انہیں اس بات کا یقین ہو کہ اسلام کے اندر نہ صرف زمانہ کو ساتھ لے کر چلنے اور تعمیر و ترقی کے میدان میں ہر ایک سے آگے بڑھنے کی صلاحیت ہے بلکہ وہ پوری انسانی آبادی کی قیادت بھی کر سکتا ہے۔ اور وہی زندگی کی کوشش کشتی کو ماہرانہ صلاحیت سے کھے کر سلامتی و خوشحالی کے کنارے تک پہنچا سکتا ہے۔ انسانی آبادی کو ہلاکت اور خودکشی کی راہ سے نکال سکتا ہے جس میں مغرب کی بوڑھی اور اندھی قیادت نے اس کو ڈال دیا ہے اور وہ سمجھ سکیں کہ وہ ایسی بیٹری نہیں جو ڈسچارج ہو چکی ہے یا وہ دیا نہیں جس کا تیل خشک ہو چکا ہو اور جس کی بتی جل چکی ہو۔ بلکہ وہ ایک عالمی و سرمدی پیغام ہے اور سفینۂ نوح طرح تنہا سفینۂ نجات پا سکتے ہیں۔

دین کی صلاحیت کے متعلق اعتماد کی کمی یا اس کا معدوم ہونا دراصل اس تعلیم یافتہ کا مرض ہے جس نے مغربی ثقافت کے آغوش تربیت میں شعور کی آنکھیں کھولیں۔ یا جس کو مغرب کی بالادستی نے بھی باور کرایا ہے۔ یہی طبقہ پوری ملت کی تباہی کا ذمہ دار اور ذہنی ارتداد کا سبب ہے۔ ساری دستوری یا تمدنی بدعنوانیاں جو پورے اسلام کو کھوکھلا کر رہی ہیں وہ اس طبقہ کی کم نگاہی یا بے راہ روی کا نتیجہ ہے۔ مگر یہی لوگ مسلم اقوام پر مسلط ہیں۔ ان اقوام پر مسلط ہیں جو صرف ایمان و قرآن کی زبان سمجھتا تھا جس کے اندر جوش عمل تھا اور دین کے لئے قربانی کا جذبہ تھا۔ غرض اسی نظام تعلیم نے حکمراں طبقہ اور جمہور کے درمیان گہری اور وسیع خلیج حائل کر دی ہے جس کی وجہ سے ہر جگہ ایک عمومی بے چینی اور اضطراب کا دور دورہ ہے۔ اور اس بات نے افراد کی ذہنی و عقلی قوتوں کو ایسے کاموں میں لگا دیا ہے جس کا کوئی فائدہ ان اقوام کو حاصل نہیں ہوا۔

ضرورت ہے کہ مغرب سے درآمد کیا ہوا نظام تعلیم جو پورے عالم اسلام میں رائج ہے۔ ایک بار نئے سرے سے اس کا جائزہ لیا جائے اور پوری طرح کھنگالا جائے۔ اور اسے ایسے قالب میں ڈھالا جائے جو مسلم عوام کے قد و قامت پر راس آئے۔ اس کے عقیدہ و پیغام سے ہم آہنگ ہو۔ اور جس سے مسلم قوم کی معنوی خصوصیت نمایاں اور اس کی انفرادیت آشکار ہو، مادہ والحاد سے پاک ہو۔ تاکہ کائنات کا صرف مادی تصور اس کے سامنے نہ ہو۔ کیونکہ جہاں تک علوم کا تعلق ہے وہ سب ایک دوسرے کا کاٹ کرنے والی اکائیاں ہیں۔ جب کہ نظام فطرت ایک بے قید اور سب کو پامال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تاریخ انسان کے اضطراب و بے چینی اور آپس کی جنگوں کے لامتناہی افسانوں کا پلندہ ہے۔ ان کو بنیاد بنا کر جب بھی عقل انسانی کی پرورش اور اس کے نمود بالیدگی کی کوشش کی جائے گی تو کامیابی کا دائرہ محدود سے محدود تر ہو گا۔

نظام تعلیم میں جزوی اصلاحات اور معمولی کتر بیونت کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ خواہ جس قدر بھی وسائل اور غور و فکر کی ضرورت پڑے ——— اچھے سے اچھے ذہن و فکر سے مدد لی جائے۔ بہتر سے بہتر وسائل اختیار کئے جائیں تاکہ ایک پائیدار اور مفید نظام تعلیم و تربیت امت کو مل جائے کیونکہ اس کے بغیر عالم اسلام اپنے پیروں

پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اپنی عقل اور اپنے ارادے کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ اس کے بغیر نہ تو حکومتوں کو مسلمان کارندے مل سکتے ہیں نہ ایسے مومن و مخلص منتظمین مل سکتے ہیں نہ ایسے مومن و مخلص افراد مل سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق سرکاری دفاتر، عوامی رفاہیت کے ادارے، انتظامیہ اور عدلیہ دانش گاہوں اور وسائل گاہوں اعلام کو پابند کر سکیں۔ تاکہ اسلام کا نظام معاشرت و حکومت پورے جمال و کمال کے ساتھ سامنے آئے اور مسلم سوسائٹی اپنی خصوصیات اور انفرادی امتیازات کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے۔

۶۔ اس مقصد کے لئے ایک بین الاقوامی پیمانے پر مضبوط تحریک ہونی چاہیئے کہ دنیا کے پڑھے لکھے سمجھدار طبقہ میں اسلام کے علمی خزانوں کا تعارف کرایا جائے اور مسلمانوں کے علمی دینی کارناموں سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ علوم اسلامیہ میں زندگی کی نئی روح پھونک کر متمدن دنیا پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اسلام کے عالمی و اجتماعی قوانین دنیا کے بلند ترین اور وسیع ترین اصول پر مبنی ہیں۔ وہ اصول جو نظام فطرت سے ہم آہنگ ہیں اور ان میں کبھی کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ اور اس کی نفع بخشی اور قوت کسی زمانہ میں نہ کم ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ اور وہ انسانی زندگی کی رہنمائی وقت کے ہر دھار پر اور زندگی کے ہر موڑ پر پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دے سکتی ہے۔ اور لوگوں کے بنائے ہوئے قانون جن کو وضعی قوانین کہا جاتا ہے سے بدرجہا بہتر و مفید اور پائیدار ہے۔

۷۔ انسانی نفوس اور قومی وجدان میں تمدنی نظام کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں۔ خاص طور پر ایسا نظام معاشرت جو دینی بنیادوں اور اس کی تعلیمات کے سایہ میں پروان چڑھا ہو۔ اور جس کی تعمیر میں ایک خاص انداز کے مذہبی ذوق کو دخل ہو۔ اور جس پر اس قوم کی چھاپ ہو ایسے نظام معاشرت (یا تمدن) سے کسی قوم کو الگ کرنا اس کو زندگی کے میدان سے خارج کر دینے اور عقیدہ و عبادت اور مذہبی مراسم کے تنگ چوکھٹے میں قید کر دینے اور اس کے حاضر کا رشتہ ماضی سے توڑ دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اسلامی اور مسلم سوسائٹی کا فرض ہے کہ وہ ایک مستقبل بالذات تمدن کی باریک بینی کے ساتھ تشکیل کریں جو مغرب کی کورانہ تقلید، بغیر پلاننگ کے سرسری اقدام اور احساس کی کمتری کے احساس سے پاک ہو اسلامی تمدن کی نمائندگی پورے طور پر اس کے مرکزی قیادت میں، اداروں میں، گھروں میں، اجتماعی جگہوں میں، ہوٹلوں میں، تفریح گاہوں میں اور کسی حد تک اس کے دفتروں اور ہوائی جہازوں میں اور سفارت خانوں میں ہونی چاہیئے۔ اس سے صرف یہی نہیں ہوگا کہ اسلامی ممالک اسلامی زندگی کا ایک نمونہ پیش کریں گے۔ بلکہ اسلام کی ایک خاموش تبلیغ بھی ہوگی۔

۸۔ مغربی تمدن بشمول مغربی علوم و نظریات کی ایجادات و امکانات کے ایک خام مال کی حیثیت سے قبول کیا جائے جس سے عالم اسلام کے فکری رہنما اور سربراہ ایک ایسا پائیدار مناسب وقت تمدن تیار کریں جس کی بنیاد اخلاق، پرہیزگاری اور رحم و انصاف پر ہو۔ دوسری طرف اس میں نمو و افزائش کی گنجائش ہو۔ اس میں قوت و ایج ہو جس کا اثر تمام شعبہ حیات پر پڑے۔ پیداوار بڑھے اور عوام میں خوشحالی آسکے۔

خلاصہ یہ کہ مغربی علوم سے وہ چیزیں لی جائیں جس کی مسلم عوام یا مسلم ممالک اور حکومتوں کو ضرورت ہے جس سے عملی فوائد میسر ہوں اور جس پر مغرب و مشرق کی چھاپ نہ ہو۔ اس کے علاوہ چیزیں جس کی انہیں ضرورت نہیں ہے ان سے استغنا برتا جائے۔ مغرب سے معاملہ ایک ہمراہی اور ہم مقابل جیسا ہو۔ کیونکہ اگر مشرق اس بات کا محتاج ہے کہ مغربی علوم سے بقدر ضرورت اخذ کرے تو مغرب بھی بہت سی چیزیں مسلم ممالک سے لے سکتا ہے ممکن ہے کہ مغرب کو ان ممالک سے سیکھنے اور حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہو۔

۹۔ مسلم ممالک میں چند ایسے ملک بھی ہیں جنہوں نے ماضی میں دعوت اسلامی اور اسلامی تمدن کی قابل ذکر اور شاندار خدمتیں انجام دی ہیں اور عصر حاضر میں جو اس بات پر تلی ہوئی ہیں کہ جس طرح ممکن ہو اسلامی عنصر کو نابید کر دیا جائے۔ جن کے یہاں "پروگریسیو اسلام" کو مقبول بنانے کی کوشش ہو رہی ہے اور اسلام کی تفسیر سیاسی مصالح اور حکمرانوں کے شخصی ذوق و مزاج کے مطابق جا رہی ہے۔ ان حکومتوں کو باور کرایا جائے کہ یہ سیاست ایک ناکارہ اور بانجھ سیاست ہے جو کسی اسلامی ملک میں کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ ان حکومتوں کو یہ یاد کرانے کی ضرورت ہے کہ وہ بجائے ناممکن العمل اور غیر فطری کوششوں کے اپنی قوت اور اپنی امکانی صلاحیتوں کو ملک و ملت کے مشترکہ دشمن کے خلاف صرف کریں جس سے ملک و ملت کو تقویت حاصل ہو۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور حکمران اسلام سے "صلح کل" قسم کا معاملہ کرتے ہیں وہاں اسلامی قوانین کے نفاذ کی ضرورت ہے اور اس لئے فضا کو سازگار بنانے کی حاجت ہے جو اسلامی قوانین کو نافذ کرنے کے نتیجہ میں جو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور برکت و سعادت حاصل ہوگی اسے سمجھانے کی ضرورت ہے نیز ان ممالک میں کوشش ہونی چاہیئے کہ یہ مرکزی قیادت ہو جس کی بنیاد اسلام کے نظام "شوریٰ" پر ہو اور خیر و نفع کے کاموں میں باہمی تعاون جس کی اساس ہو اور کم از کم اپنی کوتاہی کا احساس ضرور ہو کہ مسلمان امامت عامہ یا خلافت اسلامیہ جس کو قائم کرنا مسلمان کا فرض تھا اور جس کے نہ قائم کرنے کی ان سے پرسش ہوگی۔

۱۰۔ وہ ممالک جو غیر اسلامی ہیں وہاں اسلام کی دعوت اور اس کا تعارف حکمت و بصیرت کے ساتھ جاری رکھنا چاہیئے اور وہ نہج اختیار کرنا چاہیئے جس میں اسلامی تعلیمات کی روح جلوہ گر ہو۔ زمانہ کے انداز کو جلوہ گر نہ کیا گیا ہو۔

رہے وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اس بات کی فکر رکھنی ہے کہ اسلام کی صحیح نمائندگی ہو۔ اسلامی زندگی ایسی ہو جو دوسروں کو متوجہ کرے اور جس کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوں۔ اخلاقی اور روحانی قدروں کی قیادت مسلمانوں کو سنبھالنا چاہیئے۔ اور ملک کو گراوٹ اور تباہی سے بچانے کی ذمہ داری قبول کرنا چاہیئے۔ اسلام صرف اس صورت میں اپنی ضرورت اور اہلیت ثابت اور مسلمان اپنی دعوتی مہم اور قائدانہ کردار ان ملکوں میں ادا کر سکتے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ اسلام کی فطرت اس کی تابناک تاریخ فطرت سلیم کا تقاضا۔ اور بنی نوع انسان کو طبعی خصوصیت کا یہ مطالبہ ہے کہ ایک دعوتی، ایمانی حرکت مسلمانوں میں ضرور قائم رہے جو ایجابی انداز کی ہو اور مضبوط

بنیادوں پر قائم ہو۔ داعیوں میں مردانہ صفات ہوں، بلند حوصلگی ہو ان کی نگاہیں بلند اور حقیقت رس ہوں۔ اور وہ دنیا کی عظیم طاقتوں سے آنکھیں ملا سکیں۔ وہ طاقتیں جو بزعم خود مسلم وغیر مسلم قوموں اور ملکوں کی تقدیر بنانے والی اور ان کے مسائل کا فیصلہ کرنے والی بن گئی ہیں۔ لیکن یہ بات کہ داعی الی اللہ ان صفات کا حامل ہو یا ان کے اندر یہ صفتیں پیدا ہو جائیں اس وقت ممکن ہے جب کہ وہ پورے یقین اور اطمینان قلب کے ساتھ ایک طاقتور دعوتی تحریک میں شریک ہوں۔ اور ان کے اندر اسلام کی برتری کا عقیدہ ہو۔ اور اس بات پر ان کو یقین ہو کہ انسانیت اس دین کی محتاج اور ضرورت مند ہے۔

دعوت اسلام کی سرگرمی میں قربانی کا جذبہ، سرفروشی کی دھن، کوہ کنی کی ہمت، تکلفات سے بری زندگی گذارنے کی عادت اور اگر ضروری ہو تو خطرات میں کودنے کی جرأت بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ فطرتِ انسانی یہ ہے کہ وہ اسی ایمان کی عزت کرتی ہے جس میں قوت ہو۔ اسی افراد کے احترام پر مجبور ہوتی ہے جس کے اپنے اصول عقائد پر اعتماد ہو اور ان کو قابلِ فخر سمجھتا ہو جس کے یہاں لذت اندوزی اور مال وجاہ کی بے وقعتی ہو اور جس کے اندر اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی ہمت ہو انسانی فطرت ہمیشہ اس کے سامنے جھکتی ہے جو شئے نایاب اور اس کی دسترس میں نہ ہو۔ کمزور انسان قوی انسان کے احترام پر فطرۃً مجبور رہے۔ غریب آدمی امیر کی عزت کرتا ہے۔ ناخواندہ پڑھے لکھے آدمیوں پر رشک کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک فروتر انسان بالاتر انسان کی عزت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اسلامی تاریخ جانبازی کے کارناموں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے واقعات سے پر ہے۔ وہ اصحاب علم وبصیرت جو اقوام وملل کی تاریخ سے واقف ہیں اور وہ لوگ جن کے ضمیر زندہ ہیں وہ مشرقی ومغربی تیاوتوں سے اکتا چکے ہیں اور ان کے اندر ان سے نفرت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

ایک خلا کا پایا جانا، یعنی ایسی تحریک ایمانی اور دعوت دینی کا نہ پایا جانا جو اپنی جگہ پر قوی بھی ہو اور ایک ایسی سوسائٹی کا نہ پایا جانا جو مضبوط بنیادوں پر قائم ہوں اور مادی تمدن کی پیدا کردہ خرابیوں سے پاک ہو اور جو اسلام کی تعلیمات اور اس کی قدروں کی محافظ ہو ایسی سوسائٹی کا نہ پایا جانا اور دعوتی خلا اسلامی وجود کے لئے بڑا خطرہ ہے۔ صحیح عقائد اور اسلامی زندگی کے لئے خطرہ ہے کیونکہ کسی ضروری چیز میں جو بشریت کے لئے نفع بخش اور ضروری ہو خلا کا زیادہ مدت تک باقی رہنا غیر طبعی امر ہے ایسے خلا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی دوسری تحریک سامنے آئے گی جو بے راہ روی کی دعوت دے گی۔ وہ عقائد کے لحاظ سے فاسد وگمراہ، سلبی وتخریبی مقاصد کی حامل ہو گی۔ جن لوگوں نے مذاہب، تحریکات اور مختلف قسم کی دعوتوں کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب کوئی صحیح اور طاقتور اسلامی تحریکات سامنے نہیں ہوتی تو ایک غلط قسم کی تحریک نے کسی درجہ میں خطرات کا مقابلہ کیا اور کچھ قربانیاں دکھا دیں۔ اور مادی مظاہر سے اپنے آپ کو ذرا بلند دکھا دیا اور مسلم ممالک میں اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے جو فساد ہے اس کی نشاندہی کردی اور بڑی طاقتوں کو ذرا للکار دیا۔ نعرہ بازیوں سے فضا کو اپنے حق میں استوار کر لیا

اور پروپیگنڈوں سے اپنے تھوڑے کام کو پہاڑ بنا کر پیش کر دیا تو مجھ کیا ہے لوگوں پر اس کا سحر چل جاتا ہے اور سب اندھا دھند اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ یا نیم تعلیم یافتہ طبقہ میں اس کی دھوم مچ جاتی ہے اور وہ لوگ جو بعض ممالک کی بے راہ روی جمود و احیاپسندی اور بے عملی سے نالاں ہیں۔ ان پر اس طرح کی تحریکوں کا ایسا جادو چل جاتا ہے جس کو نہ کسی واعظ کا واعظ کر سکتا ہے۔ اور نہ کسی ضمیر و قلم کا قلم۔ اور نہ کوئی منطقی استدلال کام دیتا ہے اور نہ کوئی علمی جائزہ اور تحقیق۔

پہلی صدی ہجری میں خوارج کی تاریخ۔ چھٹی اور ساتویں ہجری میں باطنیوں اور فدائیوں کی تحریک کی تاریخ حسن بن صباح کے افسانے اور جو اس کے مرکز عمل "قلعہ الموت" میں ہوا کرتا ہے۔ اور بہتری فرج اور انقلابی تحریکوں کی تاریخ جو اسلام کے نام پر بگڑی ہوئی صورت حال کو از سر نو الٹ کر دعویٰ کرتی رہی ہے۔ اور محض جھوٹ اور مکر و فریب کا لبادہ اوڑھ کر پبلک کے سامنے آئیں اسی طرح بعض معاصر انقلابی و عسکری تحریکیں جنہوں نے اپنے ذاتی و سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہزاروں نوجوانوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ جو ہر قربانی کے لیے تیار نظر آتے تھے یہاں تک کہ امن پسند حلقے اور باشعور جماعتیں بھی اس زد میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں اور قرآنی نصوص اور اسلامی عقائد کی روشنی میں کسی کو جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ اور نہ انہوں نے اسلام کی طرف نسبت کرنے والے فرقوں کا علمی و تنقیدی مطالعہ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کا احتساب کرنے کی ضرورت سمجھی۔

میں اپنا یہ مختصر مقالہ ایک قرآنی آیت پر ختم کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے انصار و مہاجرین کی مختصر جماعت کو مخاطب فرمایا ہے۔ اور ان میں رشتہ مواخات کے قیام سے ساری دنیا اور انسانیت کے مقدر کو مربوط کیا ہے۔

"اگر یہ نہ کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔"

جدید ترین آٹومیٹک پلانٹ پر تیار کردہ
UNIFOAM
UF
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یونی فوم
جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یونی فوم کو پایا

مولانا عبدالقیوم حقانی - فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

اشتراکیت کے ظالمانہ اور استحصالی نظام کی ترویج علامات اور خطرات

- پاکستان میں سمرقند اور تاشقند کا کھیل کھیلنے کے منصوبے
- اشتراکی نظام کی بے رحم کڑیاں
- سامراج دشمن عناصر کی مذموم سرگرمیاں اور بعض پردہ نشینوں کا شرمناک کردار
- اقتصادی بحران کی تشویشناک صورتِ حال
- علماءِ حق اور دینی قوتوں کے خلاف غلیظ پروپیگنڈہ
- سرمایہ داری اور اشتراکیت کا نقطۂ وحدت
- سب کی پسند کی شریعت اور حکومت کی ناعاقبت اندیشی

ملک کی تازہ ترین سیاسی صورتِ حال، سرحدات پر منڈلانے والے خطرات کے بادل، روسی کابل جہازوں کی روزانہ پاکستانی سرحدات کی خلاف ورزیاں، وحشیانہ بمباری اور سینکڑوں بے گناہ معصوم شہریوں کا لقمۂ اجل بن جانا، سندھ میں علیحدگی پسند عناصر کا راج۔ بلوچستان اور سرحد میں سرخ انقلاب کی علی الاعلان ترغیب۔ لادین عناصر کا باہمی اتحاد۔ روسی لابی کے ایجنٹوں کا مسلسل متحرک رہنا۔ ملک کی اہم سیاسی شخصیتوں کا علی الاعلان روسی حکومت اور وہاں کے نظام کے گن گانا۔ بعض اہم سیاسی لیڈروں کا جہادِ افغانستان میں روسی موقف کی حمایت، مذہبی اور دینی جماعتوں کا باہمی سر پھٹول پھر ہر جماعت کی متعدد ٹولیوں میں تقسیم در تقسیم، ذاتی انا اور سیاسی مفادات کے تحفظ کے پیشِ نظر دینداروں اور علماء سے اعراض مگر بے دینوں اور فساق سے اتحاد۔ سیاسی فضاؤں اور ہواؤں کے رخ میں بہہ کر نفاذِ شریعت تک کی مخالفت کر ڈالنا اور پھر بھی دامن پاک دکھانا۔ صدر ضیاء الحق کے اسلامائیزیشن کی ریورسنگ اور وزیراعظم محمد خان جونیجو کا ایسی شریعت کے نفاذ کا اعلان جو سب (دہریوں، کمیونسٹوں، بے دینوں، شیعوں، پرویزیوں، مرزائیوں، امریکیوں، روسیوں) کے لئے قابلِ قبول ہو۔ حکمرانوں سمیت اہم سیاسی لیڈروں کی منافقت اور گرگٹی چالیں، ملک میں عام بیروزگاری، اشیائے ضرورت کی کمیابی اور ملک کا سیاسی اور اقتصادی بحران بظاہر یہ سب علامات اور نشانیاں اشتراکی فکر و نظریہ اور اس کے استحصالی نظام کے خطرناک غلبہ و استحکام کی خبر دے رہے ہیں اس کی آمد سے پہلے جو نشانیاں بالعموم ظاہر ہوتی ہیں یا بربادی اور ہلاکت کی جن نشانیوں کے جلو میں یہ آتا ہے وہ زیادہ واضح ہوتی جا رہی ہیں۔ کہ روسی درندوں، اس کے فکری ہمنوائی کارندوں اور ایجنٹوں نے پاکستان کی مقدس سرزمین کو بھی سرخ فوج سے تاخت و تاراج کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور یہاں بھی اسلام اور مسلمانوں کا وہی حشر برپا کرنا چاہتے ہیں جو سمرقند بخارا اور تاشقند یا دیگر اسلامی ہیں ہو چکا ہے۔

اشتراکی نظریات اور مظالم اور کمیونزم کی یلغار کے لئے جو دواعی اور علامات ابھر ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ ان میں پہلی علامت ملک کا اقتصادی بحران اور ہر آن بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور ضروریات زندگی کی کمیابی ہے معاشی حالات دن بدن خراب تر ہوتے جارہے ہیں اور اب پاکستانی روپے کی قیمت گر جانے سے اس نے مزید تشویشناک صورت اختیار کر لی ہے حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشی اور سیاست دانوں کی بے جا ہٹ دھرمیاں مستقل اندیشیوں کی مامنا بن گئی ہیں۔

معاشی بدحالی اور بے روزگاری کے مہیب سایوں میں جرائم اور دوسری معاشرتی بیماریاں کثرت سے جنم لے رہی ہیں رشوت ستانی اور نوجوانوں میں معاشرے اور اخلاقی اقدار سے بغاوت کے رجحانات بڑی تیزی سے ابھرنے لگے ہیں ملکی پیداوار میں تشویشناک نقصان کی وجہ سے متوسط اور غریب طبقوں کی کمر ٹوٹی جارہی ہے۔ ان کے لئے آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنا تو کجا جسم اور روح کا رشتہ قائم رکھنا بھی دوبھر ہو گیا ہے۔ ملک کے ایسی اندوہناک معاشی حالات اشتراکیت کے عفریت اور آنے والے سرخ انقلاب کے خطرے کی دہائی دے رہے ہیں۔

اشتراکی نظام کی نشرو ترویج و اشاعت اور غلبہ و اپنائیت کی دوسری علامت ملک کے سیاسی حالات ہیں جو معاشی حالات سے بھی دگرگوں ہیں۔ سرکاری ادارے ہوں یا سیاسی پارٹیاں، سب کے مغربی طرز فکر اور لادین جمہوریت کے فروغ کے پیش نظر عوام یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ ان کی حیثیت کسی آزاد رائے دہندہ کی نہیں۔ بلکہ بھیڑ بکریوں کی سی ہے۔ جنہیں الیکشنی ریلے میں شورش پسند قوتیں اپنی مرضی سے جس طرف چاہتی ہیں ہانک کرلے جاتی ہیں۔ عوام کے وجود کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ان کا ریلا طالع آزماؤں اور اقتدار کے حریصوں کو بہا کر مسند اقتدار سے ہمکنار کردے۔ عوام کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ انہیں چالیس سال سے آزادی کے باوجود بہر طور غلام ہی رہنا ہے اور ان کا کام صرف اور صرف بد سے بدتر انقلاب لانا اور مسلسل فسطائیت کی راہ ہموار کرنا ہے۔ نااہل انتظامیہ اور بیوروکریٹس نے فسطائیت کے رجحانات رکھنے والی اقلیت کو اکثریت کی گردنوں پر بڑی آسانی سے مسلط ہونے کی قوت بہم پہنچائی ہے۔ ہر قسم کے بدترین انقلاب کا پیش خیمہ بدقماش نوکر شاہی کا وجود رہا ہے۔ اپنے ملک کی معاشرتی صورت حال میں ذرا جھانک کر نظر ڈالیے۔ عوام کی عزت اور آبرو کے تحفظ کا کوئی معقول انتظام نہیں۔ انہیں ہر وقت جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے جائز حقوق بھی بھاری رشوت دئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے۔ غنڈوں اور بدکرداروں کو سر عام لوگوں پر دست تطاول دراز کرنے کی اجازت ہے معصوم بچوں اور بے بس عورتوں کا اغوا، ڈاکہ زنی، قتل و غارت زندگی کے عام معمولات بن گئے ہیں۔ سماج دشمن عناصر کی مذموم سرگرمیوں میں بڑے بڑے پردہ نشینوں کو بڑی بڑی رقموں میں خریدا جا چکا ہے۔ اشتراکی کارندے اپنے ایجنٹوں سے قصداً ایسے حالات پیدا کر کے عوام کو اس بات کے سجھائی دینے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ اشتراکی

نظام کی بے رحم جکڑ بندیوں کو بھی عافیت کا حصار سمجھ کر اس کے تحت رہنا اور اس کو اپنانا آسانی سے گوارا کر سکیں۔

غیر فطری اشتراکی انقلاب کے غلبہ و ترویج کی ایک بڑی علامت عوامی جذبات میں انتشار، ہیجان اور اشتعال اور چھوٹے بڑے سیاسی لیڈروں کی چالبازیاں اور اشتعال انگیزیاں ہوا کرتی ہیں جس سے عوام کی سمجھ بوجھ اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو بالکلیہ مفلوج کر دیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اشتراکی کارندوں کی پہلی چال یہ ہوتی ہے۔ کہ ملک میں ایسے افراد یا جماعتیں جنہیں عوام سننا گوارا کرتے ہیں یا ان کا عوام میں علمی اور دینی اثر رسوخ ہوتا ہے انہیں نہایت ہی ذلیل ہتھکنڈوں کے ساتھ معاشرے میں بدنام کر دیا جاتا ہے۔ ملک کی حالت زار تمہارے سامنے ہے علماء حق کا جو قافلہ تحریک نفاذ شریعت کا علم لے کر مثبت اور تعمیری سیاست کے ساتھ غلبہ دین کا کام کرنا چاہتے ہیں حکومتی اور اشتراکی کارندے اور بعض سیاسی لیڈر دانستہ یا نادانستہ طور پر انہیں ملک و ملت کے غدار، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ایجنٹ۔ عوام کے دشمن، قومی مفادات کے مخالف، اقتدار کے حریص، طالع آزما، سرکار نامدار کے محافظ اور خدا جانے کس کس حیثیت سے پیش کر رہے ہیں۔ ان کی اس قسم کی تقریروں تحریروں اور اخباری بیانات سے غرض بس اتنی کچھ ہے کہ معاشرہ میں علماء حق کا استخفاف کر کے کسی اسلامی انقلاب کی رہی سہی قوتیں بھی دفن کر دی جائیں۔ اشتراکی انقلاب کے بارے میں یہ بات بطور اصول یاد رہے کہ یہ انقلاب کیسے حالات میں آتا ہے جب ملک علماء اور مذہبی قائدین کے وجود سے خالی ہو اس لئے اشتراکیت کے علمبردار دینی قوتوں کو کچلنے یا اپنے ریلے میں ساتھ لے بہانے کے لئے پوری قوت صرف کر دیتے ہیں جس کا مقصد ملک کو قیادت اور نظام کے اعتبار سے ویرانہ بنانا ہوتا ہے۔ تاکہ اس کی پہنائیوں میں ایک ہی آواز گونجے۔ کبھی وہ جمہوریت کی شکل میں ہوگی کبھی انتقال اقتدار کی شکل میں، کبھی عوامی بھلائی کی شکل میں، کبھی دینی قوتوں اور نفاذ شریعت کی تحریک کو کچلنے کی شکل میں۔

غرض یہ ہوتی ہے کہ عام لوگ کسی ایک آواز کے پیچھے دیوانوں کی طرح چلتے رہیں۔ اور ان سے اپنے اسلامی فکر و ذہن اور تعلیم و سیاست چھڑا دی جائے۔ اسی نقطہ نظر سے ہمارے ملک میں اشتراکی کارندوں نے جو کام کیا ہے وہ منطقی لحاظ سے گویا اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے۔ عوام میں یاس اور قنوطیت پھیلائی جا چکی ہے۔ موجودہ جمہوری دور میں بھی انسانوں کو حیوانوں کی طرح جکڑ کر رکھنے اور نپے تلے چارے پر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے مگر یاد رہے کہ یاس و قنوط اور مایوسی کے اس فرسودہ نظام کو مسلمان قوم کسی طرح بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں۔ جن کے نزدیک مایوسی کفر اور انسان اس کائنات میں خدا کا نائب ہے۔ اشتراکیت کے لئے ہر لحاظ سے موزوں اور راس آنے والا ماحول کسی ملک میں لوگوں کے فکری کے اعتبار سے تہی دامنی، نخل افکار کا بے کار ہو جانا اور ان کی آب و تاب کا بالکلیہ مسلوب ہو جانا ہوتا ہے روس کے اکثر حصے فکری اعتبار سے چٹیل میدان بن گئے تھے اور بعض حصوں میں فکری وحدت کو پارہ پارہ کر کے انتشار اور فکری تشتت کے خیمے گاڑ دیے گئے تھے۔ جس کی وجہ سے مارکسی نظریہ روس جیسے زرعی

ملک کے لوگوں کو اپنائے بغیر دوسرا کوئی چارہ نہ رہا۔ ہمارے ملک میں بھی اسی تجربہ کو دہرایا جارہا ہے قیادت کے اعتبار سے اسے ویرانہ بنا دینے کی کوششیں عروج پر ہیں۔ سیاسی مدبرین، بلند پایہ مفکرین، اسلامی انقلاب کے داعیین اور نفاذ شریعت کے مخلص محرکین کو جھوٹے پروپیگنڈے اور غلیظ سیاست کی ناپاک چھینٹوں سے داغدار کرکے قوم کے اندر قومی معاملات میں حسن و قبح کی تفریق مسائل کو سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیتیں اور غور و فکر کی صحیح آزادی کے راستے مسدود کرکے اشتراکی عفریت کے در آنے کی راہ صاف کی جا رہی ہے۔

دوسرے اشتراکی ممالک کی طرح ہمارے ملک میں بھی چند سر پھروں نے اشتراکیت کی راہ ہموار کرنے کے لئے احمقانہ جدوجہد کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے جس سے قوم کے اندر ایک خوفناک کشمکش شروع ہوگئی ہے مگر انہیں کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا کرنے کا یارانہ ہوا کہ آیا واقعۃً بھی یہ نظریاتی مملکت اور یہاں کے باشندوں کی فضا اشتراکیت کے لئے موزوں بھی ہے؟ فرانس اور برطانیہ کا فکری ماحول مادیت سے عبادت ہے اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ سرمایہ داری مادیت والحاد کا پہلا قدم اور اشتراکیت اس کا دوسرا قدم ہے اور یہ حقیقت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اشتراکیت، سرمایہ داری کے دائرے کو وسعت اور اس کے تسلّط کو زیادہ مضبوط اور ہمہ گیر بنانے کا ظالمانہ پروگرام ہے۔ فکر و عمل کے میدان میں اس قدر یک جائی کے باوجود فرانس اور برطانیہ جیسی صنعتی اور مادی ممالک میں اسے پنپنے کی کوئی راہ نہ مل سکی، جب کہ اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان کے باشندوں کے فکر و عمل کے محرکات الحاد اور مادیت سے بالکل علیحدہ اور جداگانہ ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہاں اشتراکیت کو ٹھونسنے کی کوئی کوشش کی گئی تو سوائے کشت و خون کے دوسرا کوئی بھی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔ افغانستان کی تازہ صورت اس کی قطعی شاہد ہے۔

ایسے حالات میں ارباب بست و کشاد بالخصوص حکومت اور ملکی سیاست کے علمبرداروں کا سب سے پہلا اور بنیادی فرض یہ بنتا ہے کہ حالات کو ایسی ڈگر پر لے جانے سے کنٹرول کریں جس سے اشتراکیت کے مادی نظام کو مسلمانوں میں فروغ حاصل ہو اشتراکی نظام میں انسانی سرگرمیوں کی جولانگاہ بڑی تنگ اور محدود ہوتی ہے۔ یہ احساس ان لوگوں میں پرورش نہیں پاسکتا جو روحانیت کے ناپیدا کنار وسعتوں سے آشنا ہوں اشتراکیت اور مادیت سے قنوطیت فروغ پاتی ہے۔ مگر اسلامی اور روحانی تعلیمات سے رجائیت کی پرورش ہوتی ہے۔

ایسے حالات میں ملک کے سیاسی اور اجتماعی نظام کے ارباب حل عقد کا یہ پہلا اور بنیادی فرض ہے کہ وہ اب مزید کسی بھی لیت و لعل اور تاخیر و تعطیل کے بغیر نظام شریعت کے مکمل نفاذ کا اعلان کر دیں جو خالق کائنات اللہ ج کا بھیجا ہوا جامع اور مکمل دین ہے جس میں دنیوی اور اخروی فلاح کے حصول کی ساری تدابیر موجود ہیں۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے پوری نوع بشری فلاح اور کامرانی کی راہ پا سکتی ہے۔ مسلمان جو آج دنیا میں ناکام اور نامراد

ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں دین سے نسبت ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دین کو پس پشت ڈال دیا ہے ایسے حالات میں وہ لوگ جو دین کے داعی اور اسلامی انقلاب کے حامی اور ملک میں نفاذ شریعت کے منشور سے وابستگی کا اعلان کرتے ہیں۔ تو انہیں بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی مساعی کا محور صرف اور صرف نفاذِ شریعت ہی کو بنالینا چاہیئے۔ مغربی فکر کے حامیوں، سوشلسٹوں، کمیونسٹوں، دہریوں اور ملک کے اسلامی نظریات کے مخالف قوتوں کے ساتھ مل کر کسی صالح انقلاب کی توقع کرنا محض خوش فہمی اور طفل تسلی تو ہو سکتی ہے حقیقت پسندی نہیں۔ اور اگر حکومتی ارباب بست وکشاد اللہ اور رسول ؐ کی شریعت کے بجائے سب کو خوش رکھنے والی شریعت اور اکبر کے دینِ الٰہی کے مثل کوئی ہمہ محبوب شریعت کی تلاش اور نفاذ کا اعلان کر رہے ہیں۔ تو قوم اسے بھی کسی عقلمندی یا واقعۃً حقیقت پسندی پر حمل کرنے کو تیار نہیں۔ ایسی شریعت کی تلاش اور نفاذ کی بات اگر فاتر العقلی نہیں تو نا عاقبت اندیشی ضرور ہے ❊

بقیہ: صحبتے با اہلِ حق

اور اذیت کا ذریعہ نہیں بنتا۔ اور اگر ہمیں ان سے اذیت پہنچے گی تو وہ قصداً نہیں ہوگی۔ بلکہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ فقہا نے لکھا ہے کہ آدمی کو راستے پر چلتے ہوئے محتاط رہنا چاہیئے محتاط چلنا چاہیئے کہیں چیونٹیوں کی اذیت کا ذریعہ نہ بن جائے

جب رات کو نیند نہ آئے ۱۶ دسمبر۔ ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت رات گئے تک نیند نہیں آتی۔ بے چین اور پریشان رہتا ہوں تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔

سوتے وقت درود شریف پڑھا کریں کہ درود شریف میں جمالیت ہے۔ دماغ کو سکون پہنچتا ہے نیند کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

۲۔ پریشانی ہو، خیالات اور وساوس ہوں اور نیند نہ آئے۔ تو سوتے وقت یہ وظیفہ کثرت سے پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اظلت وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْن وَمَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِّنْ شَرِّ خَلْقِکَ کُلِّھِمْ اَنْ یَفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ اَوْ اَنْ یطغٰی عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہ

حکومتِ پاکستان وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد

پاکستانی طلباء/طالبات کے مابین اسلامی موضوعات پر مقابلہ مضمون نویسی

وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور کو ملک بھر کے طلباء کے لیے مقابلہ مضمون نویسی ۱۹۸۸ء کے سلسلے میں تعلیمی اداروں کے طلباء سے دیئے گئے عنوانات پر مضامین مطلوب ہیں ——— نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو بعد ازاں انعامات دیئے جائیں گے جنکی تفصیل یہ ہے :-

انعامات	پہلا انعام	دوسرا انعام	تیسرا انعام
یونیورسٹی/دینی مدارس کے طلباء/طالبات کیلئے	۱۰۰۰۰/- روپے	۷۰۰۰/- روپے	۵۰۰۰/- روپے
کالجز کے طلباء و طالبات کے لیے	۷۰۰۰/- روپے	۵۰۰۰/- روپے	۳۰۰۰/- روپے
سکولوں کے طلباء و طالبات کے لیے	۵۰۰۰/- روپے	۳۰۰۰/- روپے	۲۰۰۰/- روپے

شرائط مقابلے میں صرف یونیورسٹی، دینی مدارس، کالجوں اور اسکولوں کے طلباء و طالبات ہی شرکت کر سکیں گے ہر درجہ کے لیے موضوعات اور صفحات کی تعداد کا تعین حسب ذیل صورت میں ہوگا :-

یونیورسٹی/دینی مدارس کیلئے موضوع
(اسلامی ثقافت کے آئینے میں نوجوان نسل کا کردار)
(مضمون ۱۵ سے ۲۰ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہو)

(۲) کالجوں کے لیے موضوع
(اسلام کا نظامِ عفت)
(مضمون ۱۰ سے ۱۵ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہو)

(۳) اسکولوں کیلئے موضوع
(مسلمان کی زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)
(مضمون ۷ سے ۱۰ فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہو)

(۲) مضامین قومی زبان اُردو میں صاف اور خوشخط ہونے چاہئیں۔ (۳) مضامین طلباء کی ذاتی ذہنی کاوش ہوں جس کیلئے متعلقہ ادارے کے سربراہ کی تصدیق لازمی ہوگی (۴) مقابلہ میں شرکت کے خواہشمند زیرِ تعلیم طلباء و طالبات کیلئے اپنے متعلقہ تعلیمی ادارے کے سربراہ کا تصدیق نامہ مضمون کے ساتھ ارسال کرنا ضروری ہوگا کہ وہ واقعتاً ادارے میں زیرِ تعلیم ہیں۔ (۵) وزارت میں موصول ہونے والے تمام مضامین کے حقوق بحقِ وزارتِ ہذا محفوظ ہونگے۔ (۶) مضامین موصول نہ ہونے، ضائع ہونے یا دیر سے ملنے کی صورت میں وزارتِ ہذا ذمہ دار نہ ہوگی۔ (۷) نتائج کے ضمن میں وزارت کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا اس سلسلے میں کوئی اعتراض قابلِ قبول نہ ہوگا۔ (۸) رجسٹرڈ لفافے/پیکٹ پر درجہ کا نام اور موضوع کا اندراج ہونا چاہیئے ——— مقابلے میں شرکت کے خواہشمند طلباء/طالبات اپنے مضامین زیرِ دستخطی کو زیادہ سے زیادہ ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء تک لازماً ارسال کردیں، تاخیر سے موصول ہونے والے مضامین شاملِ مقابلہ نہ ہوسکیں گے۔

(PID - 2709/97) حبیب الرحمٰن ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد : فون ۸۲۸۴۷۲

جناب عبدالباسط صاحب

قادیانیت، خطرہ، جائزہ، تجاویز

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے کے بعد گذشتہ ۱۴ سالوں میں قادیانی تحریک کن مراحل سے گذری اور اس آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء میں نافذ کیے گئے صدارتی آرڈی ننس کے بعد "قادیانیت" کن سازشوں میں ملوث ہے یہ ایسے امور ہیں جن کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس جائزے کی نوعیت اگرچہ اجمالی ہے لیکن ہم بعض ایسے امور کی نشاندہی کریں گے جن کی طرف اس وقت توجہ دینی از حد اہم ہے۔

"قادیانی تحریک" جس کی ابتداء ۱۸۸۰ء کے اوائل میں ہوئی برصغیر کی ایک ایسی تحریک تھی جس نے پاک و ہند کے سیاسی اور مذہبی ماحول میں ایک مخصوص کردار ادا کیا۔ اس تحریک کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۰ء سے لے کر اپنی وفات ۱۹۰۸ء کے عرصے میں تحریک کو ایک ایسا سیاست پر مبنی مذہبی رنگ دیا جو قدرے تبدیلی کے ساتھ ان کے جانشینوں نے اپنائے رکھا اور انہی معتقدات اور ہدایات کو آج کے قادیانی اپنائے ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی ایک عام شخص تھا جو نہ تو ذہنی طور پر کسی اعلیٰ صلاحیت کا مالک تھا اور نہ ہی اس میں کوئی فکری انقلاب پیدا کرنے کی اہلیت تھی۔ قادیان کے دیہاتی ماحول میں اس نے آنکھ کھولی۔ باپ کی مسلمانوں سے غداری اور بھائی کی سکھوں اور انگریزوں سے وفاداری کو بنظر غائر دیکھا اور پھر اپنی محرومیوں اور مسلسل پریشانیوں کے ازالے کے لیے کوئی ایسی راہ اختیار کرنے کی ٹھانی جس سے اس کی خاندانی وجاہت قائم رہے۔ اس کے لیے ایمان فروشی اور انگریز کی غلامانہ تابعداری ترقی کا زینہ تھی اس کے سوا اسے کوئی اور راہ سجھائی نہ دی۔ رفتہ رفتہ وہ اس دین فروشی کے دھندے کا امام بن گیا۔ مسلسل بیماریوں کا شکار آدمی جو ہسٹریا، مراق، ذیابیطس، مرگی، کثرت بول، اسہال وغیرہ جیسی امراض میں مبتلا ہو اس کے ذہنی قویٰ اور نفسیاتی احوال و افکار کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اس کے الہامات، پیش گوئیاں، دعاوی اور دیگر واقعات تحریک کے خدوخال کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔ البتہ اس کاروبار میں مرزا صاحب نے ایک تو اپنے لیے عمدہ زندگی گذارنے کی راہ نکالی۔ دوسرے انگریز کی سیاسی خدمت کر کے جماعتی تنظیم کی اور ایک الگ امت کی نیو اٹھائی۔

مرزا صاحب نے انگریزی سامراج کی زبردست حمایت کی۔ جہاد جس سے مراد انگریز کے خلاف بغاوت و تشدد

پسندانہ تحریکات تھیں، کو منسوخ کر دیا۔ دنیا کے ان تمام ممالک میں جہاں مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کے نام پر سیاسی تحریکات چلا رہے تھے اپنا لٹریچر روانہ کر کے ان کو انگریز کی غلامی کا درس دیا۔ یہود کی استعماری تحریک صیہونیت کے لئے سیاسی خدمات انجام دیں۔ اور اپنے دعاوی (مجدد، مہدی، مسیح موعود، محدث، نبی، کرشن۔ اوتار) کی بھول بھلیوں میں الجھا کر نامور علماء۔ اور حریت پسند افراد کو انگریز کی مخالفت سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور ان کی سامراج دشمن تحریکوں کا رخ مرزائیت کی طرف موڑ کر ان کی فعال اور حریت پسندانہ توانائیوں کو برباد کیا۔

یہ حقیقت پوری طرح سے آشکار ہو چکی ہے کہ مرزا صاحب نے انگریز آقاؤں کے اشارے پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہودی تخریب کاروں کی حمایت سے آگے بڑھا۔ اور اسلام دشمن طاقتوں کی شہ پر دیگر ممالک میں پھلا پھولا۔ برطانوی ہند کے علاقے پنجاب میں جو کہ انگریز کی وفاداری اور فوجی بھرتی کے لئے مشہور تھا۔ ایک ایسی تحریک کا وجود بہت بڑی سیاسی اہمیت کا حامل تھا۔ جس کے نتیجے میں مختلف طبقوں اور مذاہب میں مسلسل تصادم ہو، ہر اقلیتی فرقہ یا گروہ اپنے زندہ رہنے کے لئے انگریز کی طرف دیکھے۔ اور اس کی رواداری کو اپنی بقاء کی ضمانت جانتے۔ اس تحریک سے یہ مقصد حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ انگریز کو یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ قادیان کا یہ مجہول مدعی اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے اسلامیانِ ہند کو خوگرِ غلامی کر رہا ہے۔ اسلامی فکر کے احیاء کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت تیار کر رہا ہے جو مستقبل میں ان کے اقتدار کے لئے ڈھال بنے گی۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی اینٹلی جنس نے ہر سطح پہ قادیانیت کی آبیاری کی۔ اور اس خود کاشتہ پودے کو بڑھنے پھولنے کے مواقع بہم پہنچائے۔

قادیانیت کے دام ہم رنگ زمین میں جو لوگ پھنسے ان میں زیادہ تعداد پنجاب کے لوگوں کی تھی ان لوگوں میں نچلے طبقے کے لوگ زیادہ تھے جو انگریز کے دورِ حکومت میں معاشرتی ترقی اور اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ اس کے بعد ہمیں عدالتی نظام سے وابستہ چھوٹے اہل کار، منشی، نائب کورٹ، محرر، اہل مد، وغیرہ نظر آتے ہیں۔ پنجاب اور برطانوی ہند کے دوسرے محکموں مثلاً محکمہ نہر، ریلوے، پوسٹ آفس وغیرہ کے بابو اور کلرک بھی اس تحریک سے وابستہ ہوئے۔ چونکہ انگریز کی زبردست حمایت اور مدح و توصیف مرزا صاحب کا ایمان تھا اس لئے استحصالی طبقوں کے لوگ جیسے جاگیردار انگریز کے مقرر کردہ اہل کار، سفید پوش، نمبردار، ضلع دار وغیرہ بھی اس تحریک کو اپنے اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ سمجھتے تھے اور بظاہر جماعت میں شامل نہ ہونے کے باوجود قادیانیت نواز تھے۔ کئی لوگ محض اس لئے قادیانی بن گئے کہ انہیں انگریز کی نوکری کی ضرورت تھی۔ وہ درخواست میں اپنی اس وفاداری کا ذکر کر کے دل سے نہ سہی مجبوری کے تحت قادیانی بن جاتے تھے۔ زیادہ پڑھے لکھے لوگ تحریک سے دور رہے۔ صرف خواجہ کمال الدین وکیل۔ مولوی محمد علی ایم اے وکیل اور دو چار اور آدمیوں کے نام ملتے ہیں جو انگریزی تعلیم سے آراستہ تھے اور کسی مخصوص مقصد یا سرکار کے اشارے پر مرزا صاحب کی حوصلہ افزائی اور خدمت کے لئے مقرر تھے۔ ایسے ہی بعض مذہبی گروہ کے نفس پرست

مولوی قادیانی بنے۔ ایک قلیل تعداد ایسے جوانوں کی تھی جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر قادیانی بن گئے۔ ان میں سے بعض "عاشقانِ پاک طینت" اسلام کی آغوش میں واپس بھی آئے۔ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں وغیرہ سے اکادکا لوگ مرزائی ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں قادیانیوں کی تعداد چند ہزار سے تجاوز نہ کر سکی۔ پنجاب میں یہ تعداد ۳۴۴۵۰ تھی اور یوپی میں ۱۳۱۹ تھی۔

۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کے مرنے کے بعد چھ سال تک حکیم نور الدین نے قادیان کی گدی پر بیٹھ کر اپنی آمریت کا سکہ چلایا نور الدین برطانوی انٹیلی جنس کا کارندہ تھا اور سیاسی جوڑ توڑ کے باعث کشمیر سے نکالا گیا تھا۔ اس نے مرزا صاحب کی سیاسی پالیسی کو آگے بڑھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ان کے کفر و ارتداد کو پھیلانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ ابتداء میں یہ شخص نیچری اور نیم ملحد تھا۔

۱۹۱۴ء میں نور الدین کے مرنے کے بعد یہ سیاسی طائفہ باہمی چپقلش کا شکار ہو گیا۔ لاہوری جماعت خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کی سربراہی میں پروان چڑھنے لگی۔ اور قادیان کی گدی مرزا صاحب کے بیٹے مرزا محمود کے قبضے میں آگئی قادیانیت کی ترقی کا اصل دور مرزا محمود کے زمانے سے شروع ہوا۔ مرزا محمود کو ابتدائی دس سالوں تک محض مسیح موعود کے فرزند کے طور پر گدی پر بٹھایا گیا حقیقی اقتدار پر اس گروپ کا قبضہ رہا جس میں مرزا محمود کے نانا ناصر نواب، ماموں میر اسحٰق اور انصار اللہ پارٹی کے بعض ممبر تھے۔ ان لوگوں کے انگریز لفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر برطانوی حکام سے قریبی روابط تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے اور تحریک خلافت کے زمانے میں مرزا محمود نے اپنی "کونسل آف الحبنبیں" سے نجات حاصل کر کے بذاتِ خود حکومت سنبھال لی۔ خاص طور پر ۱۹۲۴ء کی لندن یاترا کے بعد مرزا محمود اپنی اور جماعت کی سیاسی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکا تھا اور انگریز کی سیاسی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا تھا۔

مرزا محمود مڈل فیل تھا۔ بیماریوں کا شکار اور احساس برتری کا مریض تھا۔ اس کے علاوہ بچپن ہی سے جنسی بداعتدالیوں کا شکار تھا۔ اس نے ایک تو اپنے اور اپنے خاندان کی دنیاوی خواہشوں کے لئے ہر ممکن ذرائع سے دولت سمیٹی۔ دوسرے اپنے باپ کی پالیسی کے مطابق انگریز کی خدمت میں اپنی اور اپنی جماعت کی بقا سمجھی۔ اس نے ۱۹۱۴ء سے قبل (کانپور مسجد) اور اس کے بعد انگریز کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے اپنے وسائل اور عقیدت مندوں کی توانائیاں استعمال کیں۔ تحریک ہجرت، خلافت، عدم تعاون، سائمن کمیشن، گول میز کانفرنس، نہرو رپورٹ، ۱۹۳۵ء کے آئین کے تحت ہونے والے انتخابات، مطالبہ پاکستان۔ غرضیکہ آزادی کے ہر موڑ پر انہوں نے برطانوی سامراج کی حمایت اور مسلمانوں کے مطالبۂ حریت کے خلاف کام کیا۔ قادیانیت نے علماء حق کے خلاف بدزبانی کی۔ منافرت اور کشیدگی پھیلا کر انگریز کی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو استحکام بخشا۔ دنیا کے ان تمام علاقوں میں جہاں برطانیہ نے نو آبادیاں قائم کر رکھی تھیں وہاں اپنے جاسوس بھیجے اور برطانوی سامراج کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کو جاسوس مبلغوں کے ذریعے ناکام کرایا۔

مرزا محمود مسلمانوں کی تکفیر کا زبردست داعی تھا۔ اس نے اپنے باپ کی طرح ملتِ اسلامیہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان کے بچوں تک کے جنازے پڑھنے کو ممنوع قرار دیا۔ رشتہ ناطہ کی ممانعت کر دی۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز حرام قرار دی۔ اور مرزا قادیانی کی تحریرات کی بنیاد اور اس کے الہامات کے بل بوتے پر قادیانیت کو ایک ایسی تحریک کے رنگ میں پیش کیا جس کا ایک اپنا "اصلی اور مکمل" نبی اور رسول تھا۔ ارض حرم تھی۔ مدینۃ النبی تھا، خاندانِ نبوت، صحابی و صحابیات تھیں۔ کتاب مقدس تھی، بہشتی مقبرہ تھا۔ اور وہ تمام چیزیں اس کے پاس موجود تھیں جس سے ایک امت تشکیل پاتی ہے۔

مرزا محمود کے دور میں انگریز کے ادنیٰ خدمت گاروں، ایمان فروش اور جاہ طلب مولویوں اور برطانوی جاسوسوں کی ایک کھیپ پروان چڑھی۔ جماعتی فنڈ میں برطانوی اور یہودی ذرائع سے پیسہ آیا۔ اور جماعت کی سیاست سے دلچسپی کے باعث قادیان سامراج کا پولیٹیکل سنٹر بن گیا۔ قادیانیت مذہبی لحاظ سے انگریز کی ایسی ایجنسی جس کا کام تمام گندے امور (DIRTY TSICKS) کی انجام دہی تھا۔ ضمیر فروش مولویوں کی جو کھیپ قادیانیت سے وابستہ تھی اس کا کام مناظروں میں حصہ لینا روایتی بدزبانی اور بد کلامی کر کے طبقاتی انتشار پھیلانا اور مذہبی تحریکات کی آڑ میں انگریز کی سیاسی خدمت انجام دینا تھا۔ ان مرزائی گماشتوں میں حافظ روشن علی، میر قاسم علی، جلال الدین شمس، اللہ دتہ جالندھری، غلام رسول راجیکی جیسے ناعاقبت اندیش لوگ شامل تھے۔ ان میں سے شمس اور جالندھری فلسطین میں مبلغ کے روپ میں یہودیت کی خدمت میں مصروف رہے۔

اگرچہ مرزا محمود خود انگریز افسران کو خطوط لکھتا رہتا تھا اور ان کی ہدایات حاصل کرتا تھا۔ لیکن پنجاب میں سر فضل حسین کے عروج اور ان کے قادیانیوں اور سر ظفر اللہ کے ساتھ تعلقات کے بعد سر ظفر اللہ انگریز اور قادیانی سربراہ کے درمیان ایک رابطہ کی صورت اختیار کر گیا۔ سر ظفر اللہ برطانوی سامراج کا نہایت وفادار خادم تھا۔ اس نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر اور عدالت عالیہ ہند کی ججی کے زمانے میں ہر سطح پر انگریز کی خدمت کو ایمان کا جزو سمجھا۔ اور کسی مرحلے پر بھی تحریک آزادی ہند اور مسلمانوں کے سیاسی مفاد کے لیے آواز بلند نہ کی۔

مطالبۂ پاکستان یا تحریک پاکستان میں قادیانیوں کا کردار قطعاً منفی تھا۔ شاطرِ سیاست مرزا محمود نے نہایت عیاری کے ساتھ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مکروہ کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی حمایت کا ڈھونگ رچا کر قادیانیوں نے یونینسٹ آزاد اور زمیندارہ لیگ کے پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے امیدواروں کی بھرپور حمایت کی۔ کیونکہ محض اسی صوبے میں وہ کسی حد تک سیاسی کردار ادا کرنے کے اہل تھے۔

پاکستان بننے کے بعد مرزا محمود نے جو کچھ کیا وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں رہا۔ جنگ کشمیر ۱۹۴۷ء اور پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کی سازشیں، بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے عزائم، جارحیت پر مبنی ارتداد کی تبلیغ، سیاسی، مذہبی، اقتصادی اور فوجی اداروں اور سول محکموں میں اثر و نفوذ کی خفیہ کارروائیاں، انتشار و افتراق پھیلانے والے لٹریچر کی بنیادی

وتقسیم اور صوبائی وعلاقائی فتنوں کی آبیاری بعض* ایسے امور ہیں جو محتاجِ تعارف نہیں۔ سر ظفر اللہ نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے ہماری خارجہ پالیسی کے ایسے خدوخال مرتب کئے جن کے باعث پاکستان سامراجی طاقتوں کا حاشیہ بردار بن گیا اور اسلامی بلاک سے کٹ کر رہ گیا۔

نومبر ۱۹۶۵ء میں جب مرزا محمود واصل جہنم ہوا تو قادیانی جماعت کی تعداد میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ اضافہ قادیانی مبالغہ آرائی کے لحاظ سے ہزاروں میں تھا اور جماعت کی تعداد پچاس لاکھ تھی جو صریح جھوٹ ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک تو پہلے سے مرتدین کی ذریت کے باعث ہوا اور دوسرے لاہوری جماعت کے کہنے کے مطابق نوکری اور چھوکری کے طلب گاروں نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ جماعت کے چندوں میں نامعلوم اور معلوم ذرائع سے اضافہ ہوا۔ اور یورپی ممالک میں نئے مشن قائم کئے گئے۔ مرتد اعظم سر ظفر اللہ نے قادیانیت کی ترقی میں کافی مدد دی۔

مرزا ناصر احمد نے ۱۹۶۵ء سے ۱۹۸۲ء تک ربوہ کے راج بھون پر قبضہ کئے رکھا۔ ان کے بارے میں بھی بہت سی رنگین داستانیں مشہور ہیں۔ جن کے بیان کا یہاں موقع نہیں۔ مرزا ناصر نے اسرائیل میں قائم قادیانی مشن کو مضبوط بنانے کی پوری کوشش کی۔ اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد صیہونی اشارے پر مشرقِ وسطیٰ میں سازشوں کے جال بچھائے افریقہ میں قادیانی مشنوں کو برطانوی اور امریکی سامراج کی بھرپور حمایت حاصل رہی جس کے باعث کئی افریقی غربت و پسماندگی کے ازالے کے لئے قادیانیت کی آغوش میں چلے گئے۔ گولڈ کوسٹ، سیرالیون، نائیجیریا، جنوبی افریقہ وغیرہ قادیانی ارتدادی تبلیغ کی آماجگاہ بن گئے۔

پاکستان کی شکست وریخت اور علاقائی اور لسانی عصبیتوں کو ہوا دینے میں قادیانی ہمیشہ سے پیش پیش تھے ایوب خان کی مربیت کے خاتمے کے بعد انہوں نے نئے سیاسی مربیوں کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ شروع کی۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں گھناؤنے کردار کے بعد بھٹو حکومت میں اچھے عہدے حاصل کئے۔ لیکن اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۴ء کے بعد ان کی سازشیں منظرِ عام پر آنے لگیں۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ان کا یوم احتساب بنا۔ اور بعد کے چند سال قادیانیت کی اصلیت کو بے نقاب کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوئے۔

اسرائیل، مغرب کی سامراجی طاقتیں اور ان کے حاشیہ نشین قادیانیت کی افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور یورپ میں ترقی کے خواہاں رہے اور پاکستان میں علمائے اسلام اس دشمن استعمار نوازانہ اور ارتداد پر مبنی اس تحریک کا محاسبہ کرنے میں سرگرم عمل رہے۔ جولائی ۱۹۷۸ء میں مرزا ناصر احمد سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی اور لندن کے دوروں کے بعد اکتوبر میں ربوہ آئے۔ استعماری طاقتوں نے ان کی خوب پذیرائی کی۔ اور مالی وسائل کی فراہمی کے وعدے کئے گئے۔ لندن میں جماعت کا اکاؤنٹ جلد ہی لاکھوں پونڈ تک پہنچ گیا۔

اسرائیل کے قادیانی مشن نے مشرقِ وسطیٰ میں کذاب قادیان کا لٹریچر عربی زبان میں تیار کر کے مشاہیر کے نام

روانہ کیا۔ اور بعض لائبریریوں میں رکھوایا۔ مرزا ناصر نے اپنے جاسوس مبلغ لبنان میں تعینات کئے۔ ایران میں شہنشاہیت کے خاتمے اور بہائیت کے خلاف ایرانی حکومت کی مہم کے بعد قادیانیوں نے بہائیوں کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا۔ ۱۹۸۰ء میں مرزا ناصر نے امریکہ کے دورے کے دوران بہائی رہنماؤں سے ملاقات کی۔ اور باہمی یگانگت کے معاہدے کئے۔ جون ۱۹۸۲ء میں مرزا ناصر واصل جہنم ہوا۔

مرزا طاہر احمد قادیانی جماعت کا چوتھا سربراہ بنا۔ اپنے بھائی مرزا رفیع احمد کو پچھاڑ کر ربوے کی گدی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے حواریوں کی مدد سے جن میں سر ظفر اللہ پیش پیش تھے۔ انتہائی درجہ کی غنڈہ گردی کے بعد کامیابی حاصل کی۔ یہ اسی قسم کی غنڈہ گردی تھی جو اس کے باپ مرزا محمود نے ۱۹۱۶ء میں قادیان میں انصار اللہ پارٹی کی مدد سے کی تھی مرزا رفیع احمد کے حواری الزام لگاتے ہیں کہ مرزا طاہر غاصب، بزدل اور سیاسی جوڑ توڑ کا ماہر ہونے کے باعث تخت خلافت چھین لے گیا۔ بہرحال قادیانیت کے نئے سربراہ نے ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے اور استعماری اڈے بشارت مسجد کے قیام کے علاوہ کوئی نمایاں کام نہ کیا۔ ۱۹۸۴ء میں صدارتی آرڈی ننس کے اجراء کے بعد مرزا طاہر خفیہ طور پر ہماری غفلت کے باعث لندن بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ بیرونی خفیہ ایجنسیوں کے بعض اراکین نے اس کو "پیش آمدہ خطرات" سے آگاہ کردیا تھا۔ قادیانیوں کو ڈر تھا کہ حکومت مرزا طاہر احمد کو تخریبی کارروائیوں کے الزام، اسلم قریشی کیس اور صدارتی آرڈی ننس ۱۹۸۴ء کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں گرفتار کرنے کی تیاری کررہی تھی جس کا ان کو بعض بیوروکریٹس اور پولیس اہلکاروں سے علم ہوگیا۔ اور مرزا طاہر لندن جاکر ایک تو جماعت اور خلافت کو بچالے گئے۔ دوسرے اپنے آپ کا تحفظ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ قادیانی خدشات کچھ بھی ہوں یہ بات افسوسناک ہے کہ مرزا طاہر دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا۔ جس طیارے میں مرزا طاہر سوار ہونے والا تھا اس کے پائیلٹ نے اس کو اپنے ساتھ لے جاکر KLM کے جہاز میں سوار کرایا۔ اتفاق سے اسی طیارے میں مصطفےٰ گوکل صاحب سابق وزیر جہازرانی سفر کررہے تھے۔ انہوں نے اسلام آباد لندن سے فون کیا تو معلوم ہوا کہ مرزا طاہر اپنے برطانوی آقاؤں کے پاس پہنچ گیا ہے، اور ان کے چرنوں میں بیٹھ گیا ہے۔ ربوے کے پالتو مبلغ اس کو نشان قرار دینے لگ پڑے۔

مرزا طاہر نے لندن میں جعلی نبوت کے نام پر جو کاروبار شروع کیا ہے اس کے گذشتہ تین سال کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔ اس نے لندن کو اپنا مستقبل کا اڈہ بنانے کے بعد چیدہ چیدہ قادیانی مبلغوں کو لندن بلایا۔ اسرائیل سے جلال الدین قمر، کلکتہ سے مولوی امینی۔ قادیان سے مرزا وسیم احمد وغیرہ نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔ ان مبلغوں کو ہدایت دی گئیں کہ وہ صدارتی آرڈی ننس کے خلاف پروپیگنڈا مہم چلائیں۔ پاکستان کی فوجی حکومت کو بدنام کریں۔ اور قادیانیت سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں اور پریس سے رابطہ بڑھائیں۔ پاکستان میں قادیانیت کو جن مسائل کا سامنا تھا ان کے لئے ایک الگ لائحہ عمل تیار کیا گیا جس میں سیکولر اور اشتراکیوں کی اعانت سے آرڈی ننس کے خلاف رائے عامہ کو تیار کرنا

طلباء اور وکلاء کی تنظیموں سے ساز باز کرنا اور جعلی تنظیموں کے نام سے مختلف طبقوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا شامل تھا ۔

گذشتہ تین سالوں میں شیعہ، دیوبندی، بریلوی وغیرہ فرقوں کے خلاف جو فتاویٰ چھپ رہے ہیں اور ایک دوسرے کے اکابر کے خلاف جو سخت کلمات ، فوٹو سٹیٹ پرچوں کی صورت میں گردش کر رہے ہیں ان میں سے اکثر کے پیچھے قادیانیت کا خفیہ ہاتھ ہے ۔ لسانی ، گروہی طبقاتی اور علاقائی عصبیتوں کو ہوا دینے میں بھی قادیانی عناصر پیش پیش ہیں اور نہایت خفیہ اور منظم طریقے سے ملکی سالمیت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں ۔ علماء کرام سے عرض ہے کہ وہ ان کی سازشوں کو سمجھیں اور عوام کو باہمی اتحاد و یکجہتی کا درس دیں ۔

مرزا طاہر نے بین الاقوامی جاسوسی اداروں سے معقول مالی امداد حاصل کی ۔ اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں وہ کافی حد تک کامیاب رہا ۔ اسرائیلی انٹلی جنس موساد (MOSSAD) امریکی سی آئی اے ۔ برطانوی ایم آئی فائیو MI5 جرمن اور ڈچ سیکرٹ سروس قادیانیت کو مالی ذرائع مہیا کرنے میں پیش پیش ہیں ۔ ۱۹۸۲ء میں بیرونی مشنوں سے قادیانیوں کو سات کروڑ بارہ لاکھ روپے حاصل ہوئے ۔ اس وقت ۱۹۸۷ء میں یہ رقم ۱۸ کروڑ چھتیس لاکھ تک پہنچ گئی ہے[1] جو کہ ڈھائی گنا سے زیادہ اضافہ ہے ۔ یہ رقم کہاں سے آئی اور ایک دم اتنا اضافہ کیسے ہوا ؟ ابھی تو یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو قادیانیوں نے خود شائع کئے ہیں در پردہ کہانی کچھ اور ہوگی !

پاکستان میں ۱۹۸۲ء میں قادیانی چندوں کی مقدار ایک کروڑ ستاون لاکھ روپے تھی جو ۱۹۸۷ء میں سات کروڑ بارہ لاکھ روپے ہوگئی ہے یہ سات گنا اضافہ کہاں سے ہوا ہے ۔ اس کے علاوہ مختلف تحریکوں سے حاصل ہونے والے قادیانی چندے جو ۱۹۸۲ء میں ۹ کروڑ تھے اب ۱۲ کروڑ ۹۰ لاکھ تک پہنچ چکے ہیں ۔ دیگر تحریکات کے چندوں کے ۱ کروڑ ۳ لاکھ روپے ان سے علاوہ ہیں ۔

کیا حکومت پاکستان قادیانیوں کے ان چندوں کے بارے میں معلوم نہیں کرسکتی کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں ؟ اور وہ کون سے ایسے قادیانی امراء و صنعت کار ہیں جو ہزاروں روپے جماعت کو دے رہے ہیں ۔ پاکستان کے آڈٹ جنرل آف پاکستان ریونیو AGPR کو فوری طور پر قادیانی فنڈ کو منجمد کر کے اس کی مکمل پڑتال کرنی چاہیئے ۔ اور قادیانیوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے حسابات اے جی A G آفس کو پیش کریں اور ان کو شائع کیا جائے ۔ اگر سیاسی جماعتوں کے فنڈز کی تحقیقات کی جاسکتی ہیں تو مذہب کے نام پر چلنے والے اس یہود نواز سیاسی تنظیم کے خفیہ مالی ذرائع کی تحقیق کیوں نہیں کی جاتی ؟ یہ شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ امریکہ کے پی ایل ۴۸۰ (PL 480) کے تحت جمع پاکستانی بیلنس ۔ سے قادیانیوں کو روپیہ دیا جاتا ہے ۔

قادیانی جماعت کے مرکزی مبلغین دنیا کے ممالک میں قادیانیت کی ترویج اور سیاسی مخبت ورپز میں لگے ہوئے ہیں ۔

---

[1] قادیانی نمبر سووینیر کراچی ۱۹۸۶/۱۹۸۷ء صنا

ان کی کل تعداد ۱۸۲ ہے[1]۔ یہ مبلغ ربوہ سے تیار ہو کر باہر جاتے ہیں۔ افریقہ میں ان کی سب سے زیادہ کھپت ہے۔ جہاں جہاں سکیم کے تحت قائم قادیانی ہسپتالوں سے جماعت کو سوا آٹھ کروڑ روپے سالانہ کی آمدن ہے۔ ۳۱ قادیانی سکول ہائیر سیکنڈری تعلیم دے رہے ہیں۔ اور سو پرائمری سکول افریقی بچوں کے ذہنوں کو زہر آلود کر رہے ہیں۔

برطانیہ نے اپنے پرانے سیاسی خادموں کو بڑھنے پھولنے کے مواقع بہم پہنچانے کے لئے ٹل فورڈ TILFORD کے علاقے میں کئی ایکڑ زمین پر مشتمل اراضی الاٹ کر دی ہے۔ جہاں قادیانی مرکز اسلام آباد قائم ہو گیا ہے۔ یہ زمین ان کو کوڑیوں کے مول دی گئی ہے۔ مرزا طاہر نے قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ہزاروں کی تعداد میں کیسٹ تیار کرائے ہیں۔ ان کی اپنی تقریروں کے کیسٹ تیار کرائے ہیں۔ ان کی اپنی تقریروں کے کیسٹ اور وڈیو فلم پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ گذشتہ تین سالوں میں ۲۷۳۰ کیسٹ دنیا کی ۱۸ زبانوں میں تیار کر کے قادیانی مشنوں کو مہیا کر رہے ہیں۔ جو ارتداد کی تبلیغ کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ اتنا قادیانی لٹریچر تیار کیا گیا ہے جو قادیانیوں کے بقول دس سال میں بھی تیار نہ ہوا تھا۔ یہ تمام امور قادیانیت کے مستقبل کے جارحانہ عزائم کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہیں۔

قادیانیوں کی ارتدادی مہم کا سب سے خطرناک پہلو عرب ممالک میں کیسٹ اور لٹریچر کی ترسیل ہے۔ قادیانی اسرائیلی امداد سے عرب مسلمانوں میں اثر و نفوذ بڑھانے میں کوشاں ہیں۔ قادیانی جریدہ سوونیئر کراچی ۱۹۸۶ / ۱۹۸۷ء لکھتا ہے کہ:

"حضرت امام جماعت احمدیہ نے عربوں کی طرف تبلیغ کے لئے جماعت کو خصوصی توجہ دلائی۔ باقاعدہ فارم کے لحاظ سے اب تک بانوے [۹۲] عرب جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں۔ لیکن حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ میرے ذاتی علم کے لحاظ سے ان کی تعداد سو سے تجاوز کر چکی ہے۔"

عربوں کو مرزا غلام احمد کی لعنتی تحریک میں شامل کر کے ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنا بہت بڑی جسارت ہے۔ عرب ممالک کو اس خطرے کی طرف فوری توجہ دینی چاہیئے۔ اور قادیانیت کے دام تزویر میں پھنسنے والے ان لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ یہ عرب لازمی طور پر زر، زن یا زمین کے چکر میں متاع دین لٹا چکے ہوں گے۔ ان کی وجہ سے مزید گمراہی پھیل سکتی ہے۔

مغربی ممالک اور امریکہ اپنے آپ کو آزاد دنیا قرار دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو آزادی —— سیکولرازم اور انسانی حقوق کا علمبردار کہا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ اصطلاحات اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتیں اور مغربی ادارے اپنی مرضی کے مطابق ان کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اسرائیل کے صیہونی اگر فلسطین کے حریت پسندوں کو ہلاک کریں اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑیں تو نہ تو انسانی حقوق کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی اسے ظلم گردانا جاتا ہے۔ مغرب میں رنگ و نسل

---

[1] قادیانی نمبر سوونیئر کراچی ۱۹۸۶ / ۱۹۸۷ء ص۱۰

کی تمیز۔ جنوبی افریقہ کی نسل پرستی کی حمایت وغیرہ ان اصطلاحات کی زد میں نہیں آتے۔ مرزا طاہر اور اس کے حواری پاکستان میں قادیانیوں کے درپیش آنے والے واقعات کو بڑھا چڑھا کر یہود نواز پریس میں اچھالتے ہیں۔ اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان میں احمدی اقلیت کے انسانی حقوق سلب کئے جا چکے ہیں۔ ان کی عبادت گاہیں بند کی جا رہی ہیں۔ ان کو اپنے عقائد کی ترویج و تشہیر کی اجازت نہیں۔ اور ان سے بہیمانہ برتاؤ جا رہا ہے۔ ان واقعات کو یک طرفہ طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ قادیانیوں کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا۔

یورپی ممالک اور امریکہ نے چونکہ قادیانیت کی پشت پناہی کر رکھی ہوتی ہے اس لئے وہ حقوق انسانی کی آڑ لے کر پاکستان پر مختلف نوع کے دباؤ ڈالتے ہیں۔ قادیانی انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل، انسانی حقوق کے کمیشن (اقوام متحدہ) اور بین الاقوامی پریس میں پاکستان میں کئے جاتے والے نام نہاد قادیانی مظالم کو خوب اچھالتے ہیں۔ اور جب ایسی مبالغہ آمیز خبریں شائع ہوتی ہیں تو یہود نواز پریس اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ اس مظلوم اقلیت —————— کا تحفظ کریں۔ کئی قادیانیوں نے اس بنیاد پر بیرون ملک خصوصاً مغربی جرمنی میں سیاسی پناہ لے رکھی ہے۔ اور کئی مراعات حاصل کئے ہوئے ہیں۔ امریکہ اور یورپ نے قادیانیت کی کھلی حمایت کرنے کے لئے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے اسی قسم کا ڈھونگ بہائیت کی حمایت میں بھی جاری ہے۔ مغربی پریس بہائیوں کو مظلوم اور ایرانی حکومت کو ظالم قرار دیتا ہے۔ اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے رائے عامہ کو متاثر اور تیار کرتا ہے۔ بہائی ایران سے بھاگ کر پاکستان میں اپنے اڈے قائم کر رہے ہیں۔

قادیانیت چونکہ جہاد کی مخالف، سامراج کی حاشیہ بردار، یہودیوں کی پروردہ استعماری ایجنسی ہے اس لئے اسلام دشمن طاقتیں اس کی ترقی کو اس اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں جو ان کے نزدیک انقلاب کا درس دیتا ہے اور سامراج اور صیہونیت کا دشمن ہے۔ قادیانیت کا فروغ اسلامی اقدار پر ضرب لگانے کے ساتھ ساتھ اسلامی بنیاد پرستوں —————— کی سرگرمیوں کو کمزور کر سکتا ہے۔ قادیانی تحریک کی بنیاد ایک ایسے نظریئے پر قائم ہے جس میں اسلام کی انقلابی روح کو مکمل ختم کر کے اسے سامراج کی داشتہ بنا دیا گیا ہے۔ اس لئے ایسی تحریک اس "تشدد پسندانہ" اسلام —————— کا ایک توڑ ثابت ہو سکتی ہے اور مشرق وسطیٰ میں سامراجی اور یہودی مفادات کو تحفظ کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں قادیانیت کی ترقی کے لئے اسے ہر طرح کی مدد بہم پہنچاتی ہیں۔ اسی لئے مرزا طاہر کو امریکہ "اسلام" پیش کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

یہ تو ایک اجمالی سا خاکہ ہے جس سے قادیانیوں کے عزائم اور ان کی گذشتہ پالیسیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ایسی اسلام مخالف تحریک جس نے گذشتہ صدی میں استعماری اور یہودی مدد سے اتنی بڑی قوت حاصل کر لی ہے اور جس کی پشت پر امریکہ، اسرائیل اور یورپ کا تعاون اور سرمایہ ہے۔ اس کے زہریلے اثرات کو روکنے کے لئے اسلامی طاقتیں اور

علمائے کرام کیا کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں جس قدر بڑا چیلنج ہے اتنا بڑا مقابلہ نہیں کیا جا رہا۔ عالمی تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور دیگر انجمنیں اور ادارے قادیانی خطرے کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہیں۔ پاکستان میں ان کا محاسبہ کیا جاتا ہے اور بیرون ملک بھی ان کے مکروہ کردار کو بے نقاب کیا جاتا ہے۔ لیکن ہماری حکمت عملی بعض خامیوں کا شکار ہے ان خامیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض تجاویز پیش کی جاتی ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں کئی طرح کی ترامیم کی جاسکتی ہیں۔ اس لئے اس وقت ان کو ڈرافٹ کے طور پر سمجھا جائے۔ اور مستقبل کے لائحہ عمل کی بنیاد قرار دیا جائے۔

۱۔ قادیانی اپنی تعداد کے بارے میں بہت مبالغہ آرائی کرتے ہیں ان کی مکمل مردم شماری کی جائے اور ان کے شناختی کارڈ اور شہریت ——— کے سرٹیفکیٹ میں اس کا اندراج کیا جائے۔

۲۔ تمام سرکاری اداروں اور دفاعی محکموں میں قادیانیوں کی صحیح تعداد معلوم کی جائے اہم اور حساس محکموں میں ان کی بھرتی بند کی جائے۔ اور دیگر محکموں میں ان کا اقلیتوں کی طرح کوٹا مقرر کر دیا جائے۔

۳۔ قادیانی پرچوں اور ان کے جرائد و رسائل میں جان بوجھ کر ایسا لٹریچر شائع ہوتا ہے جس سے صدارتی آرڈیننس کی خلاف ورزی ہو اور حکومت پرچہ شائع ہونے کے کئی ماہ بعد اسے ضبط کرتی ہے جو کہ مضحکہ خیز امر ہے ایسے پرچوں کو فوراً ضبط کیا جائے اور پریس کے خلاف تادیبی کارروائی جائے۔

۴۔ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ پاکستانی مشنوں کو ہدایت جاری کرے کہ وہ قادیانیوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے وزارت خارجہ کو پورے طور پر آگاہ کریں اور اس کا موثر جواب دیں اور یہ جواب پاکستانی پریس میں لازمی طور پر شائع ہو۔

۵۔ لندن کے پاکستانی سفارت خانے کو مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ قادیانی سرگرمیوں سے حکومت کو مطلع کرے اور لندن میں قائم اسلامی مشنوں سے اشتراک پیدا کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ اس فتنے کا مؤثر سدباب کرسکیں۔

۶۔ قادیانیوں کے خفیہ فنڈز کی تحقیقات کی جائے۔ اور ان کو منجمد کر کے ان کا مکمل آڈٹ کیا جائے۔ اور حساب کتاب کی تفاصیل اے۔ جی آفس کے ذریعے حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کی جائیں۔ تاکہ اس کروڑوں کے اضافے کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

۷۔ قادیانی کتب و رسائل لندن اور بھارت میں چھپ کر پاکستان میں آرہے ہیں ان کی آمد کو روکا جائے اور کسٹم کے محکمے کو خصوصی ہدایات دی جائیں کہ ان کو ضبط کرے۔

۸۔ قادیانیت کو ایک سیاسی جماعت قرار دیا جائے حقیقت یہی ہے کہ یہ ایک خفیہ سیاسی جماعت ہے۔ اس کے بعد ایک سپیشل ٹربیونل قائم کر کے خالص سیاسی نقطہ نظر سے اس کی کارروائیوں کو بے نقاب کیا جائے اور انٹلی جنس اداروں کی گذشتہ تمام خفیہ رپورٹوں کو ٹربیونل کے ریکارڈ میں شامل کیا جائے۔ سیاسی جماعت قرار پانے کے بعد اس کی مذہب کے پردے میں کی گئی کارروائیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔

۹۔ علمائے کرام، دانشوروں اور صاحب قلم لوگوں پر مشتمل ایک پینل مقرر کیا جائے جو قادیانیت کے متعلق مختلف زبانوں میں جدید لٹریچر تیار کرے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ باہر کی دنیا کو جدید تحقیقی انداز میں تیار کئے گئے لٹریچر سے دلچسپی ہوتی ہے جو ٹھوس حقائق پر مبنی ہو اور جس کے پڑھنے کے بعد تحریک کے بنیادی خطوط اور مضمرات واضح ہوں وہ لٹریچر جو ایک عرصہ تک پاک و ہند میں چھپتا رہا۔ اور محض مذہبی مناظر بازی کی پیداوار تھا۔ وہ باہر کی دنیا کے لئے قابل قبول قبول نہ ہوگا۔ محمدی بیگم سے نکاح، پیشین گوئیوں کے پورا ہونے نہ ہونے کی بحث، حیات و وفات مسیح وغیرہ پر بہت کم زور دیا جائے۔ اور دنیا کو بتایا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دائم المرض نفسیاتی مریض تھا جس کو شوگر، مرگی، ہسٹریا کثرت بول، اسہال وغیرہ کی بیماریاں لاحق تھیں اور حصول زر اور جاہ طلبی کے لئے اس نے نبوت کے نام پر برطانوی سامراج کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ نفسیاتی لحاظ سے اس شخص کا تجزیہ اور اس کے اوٹ پٹانگ کشوف والہامات کا تنقیدی جائزہ لوگوں کو بانیٔ احمدیت اور تحریک کے پس منظر کے بارے میں صحیح معلومات مہیا کرے گا۔

اس ضمن میں عالمی تحفظ ختم نبوت سے ایک دردمندانہ اپیل کروں گا۔ کہ وہ قادیانیت کے سیاسی احتساب کے لئے فوری طور پر معقول وظائف کا اعلان کرے اور ریسرچ سکالروں کو یہ کام سونپے کہ وہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بیٹھ کر قادیانیت کے اصل پس منظر کو بے نقاب کرنے کا عظیم کام شروع کریں۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم نے اس اہم ذخیرے سے قادیانی تاریخ مرتب نہیں کی۔ اس منصوبے پر فوری طور پر عمل کی ضرورت ہے۔ کچھ وظائف ان سکالروں کو دئے جائیں جو بھارت میں جاکر وہاں کی خفیہ رپورٹوں سے استفادہ کرکے ان کی روشنی میں قادیانیت کے سیاسی اور مذہبی عوامل سے عوام کو واقف کرائیں۔ اور دنیا کے سامنے یہ حقیقت ٹھوس ثبوت کے ساتھ پیش کریں کہ قادیانیت برطانوی سامراج کی سازش کا دوسرا نام ہے کذاب پنجاب یہود کا سیاسی اجیر تھا اور قادیانی مبلغ جاسوسوں کا ایک گروہ تھا۔ قادیانیوں کو احمدیہ تحریک کی جوبلی کے موقع پر یہ تحفہ پیش کرنا ضروری ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ اس ٹھوس تحقیقی کام سے متاثر ہوگا۔ عام مناظر جو طریق اختیار کرتے ہیں اور جس طرح کی مذہبی مباحث چھیڑتے ہیں وہ مغربی دنیا کو متاثر نہیں کر سکتیں۔ جو قادیانیت کی اسلام دشمنی کے باعث پہلے سے اس کی اعانت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

۱۰۔ قادیانیت نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۸۷ء تک جو سیاسی اور پاکستان مخالف کارروائیاں اور سازشیں کیں اور ملکی سالمیت کے خلاف جو کام کیا ہے اس کی تفاصیل بھی منظر عام پر لائی جائیں۔ قادیانی کئی سالوں سے یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ دیوبند اور جمعیت علماء ہند نے پاکستان کی مخالفت کی تھی حالاں کہ ان کا اپنا کردار اتنا شرمناک تھا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ الفضل قادیان کا ورق ورق ان کی روسیاہی سے لتھڑا پڑا ہے۔

۱۱۔ قادیانی جماعت کا دوسرا سربراہ مرزا محمود ۱۹۱۴ء سے ۱۹۶۵ء تک اپنی آمریت کا سکہ چلاتا رہا۔ یہ شخص برطانیہ کا ذلیل خوشامدی، آزادیٔ ہند کا دشمن، مسلمانوں کی تکفیر کا مبلغ اور مرزا قادیان کی لعنتی نبوت کا زبردست پرچارک تھا۔

اس کے سیاسی کردار کے ساتھ ساتھ اس کا ایک نہایت ہی گھناؤنا اخلاقی کردار تھا۔ اس کی سوانح قادیان کے راسپوٹین وغیرہ کے عنوان سے مرتب کی جائے۔ اور اس کا اصل چہرہ دنیا کو دکھایا جائے۔ وہ چہرہ جو لاہور جماعت کے اخبار پیغام صلح لاہور مباہلہ کے پرچوں، مصری کے بیانوں اور حقیقت پسند پارٹی میں صاف جھلکتا ہے۔ راحت ملک کی کتاب ربوہ کے مذہبی آمر کو ایڈٹ کر کے فوری طور پر دوبارہ شائع کیا جائے اور اس کے انگریزی تراجم باہر کے ملکوں میں بھیجا جائے۔

۱۲۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کی ۱۹۲۸ء سے ۱۹۸۷ء تک کارروائیوں کو طشت ازبام کرنے کے لئے ربوہ میں براجمان قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف سے پوچھ گچھ کی جائے۔ دو جاسوس مبلغ اللہ دتہ اور جلال الدین شمس واصل جہنم ہو چکے ہیں۔ رشید چغتائی اور نور احمد شاید ربوہ ہی میں ہیں اور اسرائیل کے قیام ۱۹۴۸ء کے وقت وہاں سازشوں میں مصروف رہے ہیں۔ ان کے تفصیلی بیانات لئے جائیں۔ اور ان کی وہ تمام رپورٹیں جو یہ جاسوس اسرائیل سے پاکستان بھیجتے تھے وہ حاصل کر کے منظر عام پر لائی جائیں۔ ان کے ملک چھوڑنے پہ پابندی عائد کی جائے۔ اور ان کے نام (EXIT CONTROL LIST) میں شامل کئے جائیں۔

۱۳۔ جن عرب ممالک میں قادیانی اپنا لٹریچر اور مبلغ بھیج رہے ہیں ان کے سربراہوں اور تنظیموں کو خطوط لکھ کر اور رسائل و جرائد میں مضامین کے ذریعے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے ضروری اقدامات کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے تاکہ مؤثر قدم اٹھایا جا سکے۔

۱۴۔ مرزا طاہر اور اس کے پاکستانی حواری ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ اور لندن میں بیٹھ کر وطن عزیز کے خلاف زہر افشانی اور سازشیں کر رہے ہیں ان کے پاسپورٹ ضبط کئے جائیں اور شہریت ختم کر دی جائے۔

۱۵۔ وزارت خارجہ امریکہ اور یورپی ممالک کو حقوق انسانی وغیرہ کے نام پر چلائی گئی قادیانیت کی حمایت میں مہم بند کرنے کے لئے مجبور کیا جائے ان کو اصل صورت حال سے آگاہ کرے۔ اور سفارتی اثر و رسوخ کو بروئے کار لائے ان ممالک کے سفارت خانوں کو قادیانی تحریک کی حقیقت بتائی جائے اور مناسب لٹریچر فراہم کیا جائے۔ اسلامی تنظیموں کے ذریعے ایسا لٹریچر تیار کر اکر ان کو روانہ کیا جائے۔ جس سے وہ قادیانیت کا چہرہ دیکھ سکیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ان معروضات پر غور کر کے ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے گا جو اس فتنے کی سرکوبی کے لئے ضروری ہے ؎

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان صاحب مدظلہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے سلوک

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ناموں میں ایک نام رحمۃ اللعالمین بھی ہے جو قرآن مجید کی سورہ انبیاء کی اس آیت شریف میں ذکر ہے۔ "وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین" یعنی آپ پوری کائنات کے لئے ایک عظیم رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں عالمین کے مفہوم میں جملہ پرند وچرند۔ زمین وافلاک۔ عرش سے فرش تک پوری کائنات اور جن وانس داخل ہیں۔ تو پوری انسانیت کے لئے ضرور بڑی رحمت ہوں گے۔ اس رحمت کی مختلف توجیہات اور تعبیرات ہیں۔ سب سے آسان اور عام فہم تعبیر یہ ہے کہ آپ نے جو نظام زندگی، قانون، اخلاق اور دستور العمل پیش کیا ہے وہ پوری انسانیت کے لئے دنیا میں امن وسکون اور راحت واطمینان کا بے مثال نقشہ حیات ہے۔ اور مرنے کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی کی کامیابی کے لئے شرط اور دارومدار ہے۔

آپ کی ذات گرامی نہ صرف اپنی امت کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ایک عظیم رحمت ہے۔ آپ نے خود اور اپنے صحابہ کرام سے بھی غیر مسلم اقوام سے وہ سلوک کیا ہے اور کرایا ہے جو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سورہ ممتحنہ آیت نمبر ۸ میں فرمان الٰہی ہے:-

"لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین"

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا الخ

اس آیت شریف میں ایسے کفار کے ساتھ احسان کرنے اور اچھے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے جو مسلمانوں سے نہیں لڑے۔ اور نہ مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہیں اور ہر قسم کا برا سلوک اور بے رحمانہ برتاؤ جو ایک انسان دوسرے انسان اور ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ کرتی ہے۔ قرآن مجید نے اس کی جڑ کاٹ دی ہے۔

"ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ"

یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملے میں عدل و انصاف چھوڑ دو۔ بلکہ ہر حال میں عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے۔ باقی کافروں سے احسان اور نیک سلوک کا ارشاد فرمایا گیا۔ چنانچہ زکوٰۃ کے علاوہ جملہ صدقات اور مالی اعانت وخیرات غیر مسلموں کو بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلموں کے تحفے تحائف قبول فرمائے ہیں۔ اور غیر مسلموں سے حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کے زریں اصول پر عمل کیا ہے۔ اور صحابہ کرام سے کرایا ہے۔

ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کے یہود جیسی مبغوض اور متعصب قوم سے، جو مسلمانوں کی مشترکہ قوت کے مقابلے میں بہت کمزور تھے حسن سلوک اور امن کا معاہدہ فرمایا۔ اس معاہدہ کی ۵۲ دفعات تھیں۔ اور ان دفعات کی رو سے یہ طے پایا کہ مسلمان اور یہود آپس میں حلیف ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔ مذہبی معاملات کے علاوہ باقی امور میں ایک گروہ شمار ہوں گے۔ یہ معاہدہ پرامن بقائے باہمی کی ایک شاندار مثال تھی۔ مگر یہود کئی بار عہد شکنی کر گئے جس کی سزا ان کو مل گئی۔

آپ نے نجران کے عیسائیوں سے بھی اپنی طرف سے حفاظت اور امان دینے کا وعدہ فرمایا تھا کہ اہل نجران کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان ومال اور ان کی پوری قوم، اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اور ان کے تابع لوگ، اس حفاظت اور ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔ ان کی موجودہ حالت اور ان کے حقوق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

آپ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید کے ذریعہ اعلان فرمایا:۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی"

یعنی دین ومذہب کے بارے میں کسی پر بھی جبر نہیں ہے۔ ہدایت کی راہ واضح کر دی گئی ہے۔ پیغمبر کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکام سنانا ہے۔

فتح مکہ کے تاریخی موقع پر، جب سب کفار مسجد حرام کے احاطہ میں آپ کے سامنے حاضر ہوئے جن میں آپ کے سخت ترین جانی دشمن بھی تھے جو کئی بار آپ کو قتل کرنے کے نامراد منصوبے بنا چکے تھے۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام پر ظلم و تشدد اور تکلیف واذیت کی انتہا کر چکے تھے۔ اور اس وقت سب عاجز و مغلوب سر جھکائے کھڑے تھے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے انتقام لینے پر قادر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے کیا سلوک کیا جائے؟ سب شرمندگی اور عجز وانکسار کے ساتھ کہنے لگے کہ آپ ہمارے معزز بھائی اور اخلاق کریمانہ کے مالک ہیں۔ جو کچھ کرنا چاہیں آپ کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔ "لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء"

میری طرف سے کسی قسم کا عتاب تک نہیں ہوگا۔ جاؤ سب آزاد ہو۔

آپ غیر مسلموں کی عیادت اور بیمار پرسی فرماتے، ان کی دعوت قبول فرماتے۔ چنانچہ ایک یہودی عورت کی دعوت میں آپ کے کھانے میں زہر ملادیا اور آخری حیات تک اس زہر کا اثر محسوس فرماتے رہے۔

آنے والے غیر مسلموں کو مسجد نبوی میں ٹھہراتے اور رخصت ہونے پر ان کو کچھ تحفے بھی دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے جو آخری وصیت فرمائی اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی ہے۔

" واجیزوا الوفد نحو ما کنت اُجیزھم "

باہر سے آنے والے وفدوں کو کوئی تحفہ بخشش اکرام کے طور پر دیا کرو جس طرح میں دیا کرتا ہوں "

آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حسن سلوک پر عمل پیرا رہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نادار اور کمزور غیر مسلموں سے جزیہ لینا معاف کردیا۔ اور ان کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہوگا کہ ہم ان کی جوانی کی کمائی تو کھائیں اور بوڑھا ہونے پر ان کی مدد نہ کریں۔

حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو ۳۰ ہزار مالیت کا صدقہ دیا۔

قرآن مجید میں قیدیوں کو کھانا کھلانا ثواب قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے قبضہ میں کفار ہی قید ہو کر آتے تھے

حضرت ابو میسرہؓ، عمرو بن میمونؓ، عمرو بن شرجیلؓ صدقہ فطر سے عیسائی راہبوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

(کتاب الاموال لابی عبیدہ صد ۶۱۳، ۶۱۴)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے مشرک بھائی کیلئے قیمتی ریشمی جبہ بطور ہدیہ مکہ مکرمہ بھیجا تھا (بخاری شریف)

حضور پاکؐ نے حضرت اسماءؓ اور دیگر صحابہ کرام کے استفسار کرنے پر اپنے مشرک رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور احسان کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ تفسیری روایات میں ہے کہ صحابہ کرام جب مذہبی اختلاف کی بنا پر غریب مشرکوں کی امداد سے کنارہ کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء وما تنفقوا من خیر فلانفسکم (بقرہ ع ۳۷)

یعنی ان کو راہ ہدایت پر لے آنا تیرے اختیار کی بات نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت کی راہ پر لے آتا ہے اور جو بھلائی کرو وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ تمہیں تمہاری نیکیوں کا ثواب ہر حال میں ملے گا۔

مسند احمد ج ۳ صد ۲۷۲ میں ایک حدیث شریف ہے :۔ لا یومن احد کم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ۔

یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جب تک اور لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث شریف میں محبت اور نیک سلوک کی وسعت ساری انسانیت کے لئے شامل کی گئی ہے +

نوٹس طلبی ٹنڈر

ڈویژن ہذا میں منظور شدہ پری کوالیفائیڈ ٹھیکیداروں سے لوئر سورٹ کینال مردان سکارپ ایریا میں مندرجہ ذیل واٹر کورسوں کو مائنروں میں تبدیل کرنے کے کاموں کے لیے ٹینڈر مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	تاریخ ٹنڈر	کام کی تفصیل	تخمینہ	زر بیعانہ	مقررہ عرصہ
۱	۸۸/۳/۳	موگہ بفاصلہ L/۷۹۹۶۹، ڈلٹی نمبر ۹	۱۹،۳۲،۴۰۰ روپے	۳۸،۶۴۸ روپے	سات مہینے
۲	ایضاً	موگہ بفاصلہ L/۴۰۸۰۵، ڈلٹی نمبر ۹	۹،۲۲،۲۰۰ روپے	۱۸،۴۴۴ روپے	پانچ مہینے
۳	ایضاً	موگہ بفاصلہ R/۵۵۱۸۷، ڈلٹی نمبر ۹	۱۳،۸۸،۰۰۰ روپے	۲۷،۷۶۰ روپے	پانچ مہینے
۴	ایضاً	موگہ بفاصلہ R/۵۶۲۴۱، ڈلٹی نمبر ۹	۱۰،۹۳،۴۰۰ روپے	۲۱،۸۶۸ روپے	پانچ مہینے
۵	ایضاً	موگہ بفاصلہ L/۳۸۴۳۶، ڈلٹی نمبر ۹	۱،۶۴،۵۰۰ روپے	۳۲۹۰ روپے	تین مہینے

شرائط و ضوابط

(۱) ٹنڈر شدہ رقم کے ۲ دو فیصد زر ضمانت بشکل کال ڈیپازٹ شیڈول بینک آف مردان سے بحق مہتمم صاحب ریماڈلنگ ایریگیشن ڈویژن لوئر سورٹ کینال مردان ٹنڈر کے ساتھ منسلک ہونا چاہیئے۔

(۲) ٹنڈر کے لیے درخواست ایک دن پہلے وصول ہونا چاہیئے۔ سربمہر ٹنڈر تین مارچ ۱۹۸۸ء کو ۱۱ بجے تک وصول کیے جائیں گے، اور اسی دن بارہ بجے ٹھیکیداروں کے سامنے کھولے جائیں گے۔

(۳) مشروط اور نامکمل ٹنڈر یا ٹنڈر بذریعہ تار قبول نہیں کیے جائیں گے۔

(۴) زیر دستخطی کو وجہ بتائے بغیر کسی جزوی یا مکمل طور پر ٹنڈروں کو مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(۵) مندرجہ بالا کاموں کی جملہ تفصیل و دیگر شرائط زیر دستخطی کے دفتر میں دفتری اوقات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مہتمم صاحب ریماڈلنگ
ایریگیشن ڈویژن مردان

INF (P) 607

مولانا شیر بہادر حقانی

جہادِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ

(محاذ جنگ سے تازہ رپورٹ)

چند روز قبل مجاہدین کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی صاحب جو دارالعلوم کے فاضل ہیں کا خط حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم اور تمام اساتذہ کے نام آیا تھا۔ کہ ساٹھ ہزار روسی فوج جو ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس اور بمبار طیاروں کی حفاظت میں روانہ کردی گئی ہے۔ اور ان کا عزم یہ ہے کہ خوست تک کے تمام راستے مجاہدین سے خالی کرا لئے جائیں۔ اور خوست چھاؤنی میں محصور روسی فوج پر سے مجاہدین کا مضبوط محاصرہ ختم کردیا جائے۔ مگر اتفاق سے مجاہدین کی تعداد یہاں بہت کم ہے۔ کیونکہ اکثر مجاہدین دوسرے محاذوں پر روسی فوج کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں۔ لہٰذا روسی فوج کے ان ناپاک اور مذموم عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے میدان کارزار سے واقف رفقاء جو پہلے جہاد کے معرکوں میں حصہ لے چکے ہوں کو مجاہدین کی نصرت و امداد کے لئے اور روسی درندوں کی سرکوبی کے لئے اگر بھیج دیا جائے تو بے حد کرم ہوگا۔ اور جہاد افغانستان کے سلسلہ میں مزید پیش رفت ہوسکے گی۔

جب عام طلبہ کو محاذ جنگ کے رہنما کا یہ پیغام سنایا گیا تو گویا ان میں زندگی کا نیا خون دوڑ گیا۔ طلبہ کے دل جذبہ جہاد کی آگ سے تو پہلے ہی معمور تھے اور دارالعلوم کے روح پرور ماحول اور اساتذہ کرام کی حسن تربیت اور ترغیب الی الجہاد حمیت اسلامی اور غیرت ایمانی نے مزید انگیخت کا کام کیا۔ طلبہ حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کے اشارات بھی سمجھ رہے تھے اور حالات کی نزاکت کو بھی۔

لہٰذا بڑے طلبہ نے باہمی مشاورت حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں روانگی اور عملاً میدان کارزار میں شرکت کی ممکنہ صورت حال پیش کردی۔ حضرت شیخ الحدیث نے یہ منظر دیکھا تو چہرہ پر فرطِ مسرت سے بشاشت چھاگئی خصوصی ہدایات۔ اہم مشوروں اور مبارک رہنمائی سے نوازا۔ پند و نصیحت اور ترغیب الی الجہاد کی مختصر مگر جامع تقریر فرمائی۔ مجاہدین طلبہ نے دل و دماغ کے قرطاس پر اسے ثبت کرلیا۔ ہر ایک مجاہد طالب علم پر بڑے خلوص و محبت اور شفقت کی نظر عنایت فرماتے رہے۔ اور محاذِ جنگ پر روانہ ہونے والے مجاہدین طلبہ کو اپنی جیب خاص سے نقد رقم بھی مرحمت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ زادِ راہ میں اسے بھی استعمال میں لاؤ۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے مولانا عبدالقیوم حقانی سے محاذِ جنگ کے

جرنیل مولانا جلال الدین حقانی کے نام خصوصی مکتوب اور پیغام بھی لکھوایا۔

آخر میں طلباء کو اپنی مشفقانہ اور مستجاب دعوات سے نوازا۔ بڑی محبت اور خلوص سے رخصت فرمایا۔ اس موقعہ پر دارالعلوم کے اساتذہ بھی موجود تھے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو تاکید فرمائی کہ طلبہ کے لئے دارالعلوم کے نظم و قانون اور ضابطوں اور تعلیمی قواعد کے سلسلہ میں مشکلات کو رفع کردیں۔

صبح روانگی کے وقت میدان جنگ میں شریک ہونے والے ۵۶ مجاہدین طلبہ کی جماعت اور دین اسلام کے سرکف سپاہیوں کا یہ قافلہ جب ترتیب دیا جانے لگا تو دارالعلوم کے تمام طلبہ نے انہیں بڑے خلوص و محبت سے رخصت کیا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خصوصی تاکید کے مطابق مولانا عبدالقیوم حقانی تشریف لائے۔ طلبہ کو باہمی اعتماد و اتحاد اور نظم و ضبط کی ہدایات دیں۔ اور اجتماعی دعا کی۔ عام طلبہ نے مجاہدین پر زبردست گل پاشی کی اور محبت بھرے جذبات سے رخصت کیا۔

مؤرخہ ۳ ستمبر کو سرکف مجاہدین کی یہ سرفروش جماعت اپنی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کے دامن شفقت و محبت سے رخصت ہو کر میدان کارزار میں عملاً شریک ہونے کے لئے سوئے منزل روانہ ہوئی۔ مجاہدین کے اس جماعت کے امیر مولوی حبیب اللہ عرف امام شاہ اور مولوی عالم گل جو دارالعلوم حقانیہ کے مخلص اور محنتی طالب علم ہیں اور اول سے آخر تک اس معرکہ میں شریک رہے ہیں۔ احقر نے ان سے معرکہ کارزار کی اجمالی رپورٹ طلب کی تو انہوں نے تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم صبح دارالعلوم سے روانہ ہوئے تو عشاء کو میران شاہ پہنچے۔ میران شاہ سے بغرض جہاں مولانا جلال الدین حقانی کا جنگی مرکز ہے وہاں حاضر ہوئے۔ وہاں سے اسلحہ اور ضروری سامان لیا اور باغر وغنڈ رسیدگی ہوئی۔ جہاں پکتیا محاذ کے نڈر اور بے باک کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی سے ملاقات ہوئی۔ وہ ہمیں دیکھ کر جہاد افغانستان اور حقانی نسبت سے بڑے خوش ہوئے۔ ہم نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا مکتوب گرامی اور پیغام انہیں پہنچایا۔ تو انہوں نے اسے اپنے لئے عزت و افتخار کا ذریعہ قرار دیا۔

پھر اجتماعی طور پر ہم طلبہ سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صحت یابی اور عافیت کے لئے دعا کرائی۔ رسمی علیک سلیک حال احوال دریافت کرنے اور ہمارے رفقاء کے عزائم دریافت کرنے کے بعد موصوف نے فوراً ہماری جماعت کی تشکیل کی کچھ دوسرے مجاہدین بھی ہمارے ساتھ شریک کرلئے اور مولوی حبیب اللہ حقانی اور مولوی غلام حضرت جو دارالعلوم حقانیہ کے طالب علم اور ہمارے رفیق تھے کو جماعت مجاہدین کا بالترتیب امیر اور نائب امیر منتخب فرمایا اور ہمیں اس کی اطاعت کی تاکید کی۔ اس کے بعد ہمیں پکتیکا، پکتیا اور تیمر بازار۔ میراجان میں مختلف محاذوں پر دشمن کے مقابلہ میں مورچہ بند کر دیا۔ اور آمنے سامنے کی لڑائیوں میں شریک کر کے مقابلہ میں استقامت و پامردی کی تاکید کی۔ الحمدللہ کہ اللہ پاک نے ہر محاذ پر سرخروئی سے نوازا۔

روسی فوجیوں نے تیمر بازار اور میراجان کے راستے خوست تک پہنچنے کی بھرپور کوشش کی تاکہ اس راستے سے آکر وہ خوست چھاؤنی میں اپنے محصور فوجیوں کو مجاہدین کے محاصرہ سے آزاد کرا سکیں۔ مگر مجاہدین اور ہمارے رفقاء نے الحمد للہ اپنے اپنے مورچوں میں بھی اور آمنے سامنے کی جنگ میں زبردست استقامت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اور اسی راستے کے بین روڈ پر اپنا قبضہ مضبوط رکھا۔ جو اب تک مجاہدین کے تسلط میں ہے۔ اور دشمن پر ہر طرف سے راستے بند کر دئے ہم سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر سٹ کنڈو میں روسی دشمن نے اپنا مورچہ مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ بمبار طیاروں اور سینکڑوں ٹینکوں اور بے پناہ افواج کے باوجود انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ اور خدا نے خائب و خاسر کر دئے۔ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا و الآخرۃ۔

میراجان میں ہماری جماعت نے دو راتیں گذاریں۔ پہلے روز جب ہم ایک مکان میں قیام پذیر تھے۔ اسلحہ رسد اور ضروری سامان بھی ہمارے پاس تھا کہ اچانک دشمن کے بمبار طیارے آئے اور زبردست گولے برسائے۔ ہمارے مکان کی چھتیں گر گئیں۔ ہماری جماعت کے طلبہ اسلحہ اور سامان رسد وغیرہ جب چھتوں کے نیچے آ گئے مگر کرامت اور اللہ کا احسان یہ ہوا کہ اللہ کریم کے فضل سے اس موقعہ پر کسی رفیق کو بھی جانی اور مضر نقصان نہیں پہنچا۔ بس زندہ سلامت نکال دئے گئے۔ پھر دوسرے مرحلے میں ہمارا جو اسلحہ چھتوں کے نیچے دب کر رہ گیا تھا اسے بھی صحیح سالم نکال دیا گیا۔ اور اس کے بعد دوسری رات کو ہمارے رفقاء چند گھنٹوں کی پیدل منزل طے کر کے متی کے مقام پر گئے۔ دری خیل کے مقام پر قیام کیا۔ یہاں پہنچ کر دشمنوں نے ہمارے ٹھکانوں پر گردیز سے توپوں کے ذریعے زبردست گولہ باری کی۔ اس موقعہ پر آمنے سامنے کی جنگ میں بھی خدا کے فضل سے دشمن کے بہت سے فوجی واصل جہنم ہوئے اور تین فوجیوں کو گرفتار کر کے مجاہدین نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور اپنے ہاں کے اسلامی قوانین کے مطابق ان سے معاملہ کے لئے علماء کی مجلس میں پیش کیا جائے گا۔

اس کے بعد ہمارے بعض ساتھی ان مورچوں کی حفاظت کے لئے یہاں ٹھہر گئے۔ اور بعض رفقاء بشمول دیگر مجاہدین کے "شیک خیل" محاذ کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ وہاں روسی فوج سٹ کنڈو سے تیمر بازار کی طرف آرہی تھی تاکہ مجاہدین کے مورچوں کا صفایا کر کے سرانہ مرکز کو قبضہ کرے۔

لیکن مجاہدین نے ان کا راستہ روک لیا اور جرأت و استقامت سے جان کی بازی لگا کر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور الحمد للہ دشمن کو اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ یہاں پر بھی شدید لڑائی کے بعد روسی نجیب لشکروں کو عبرت انگیز ہزیمت اٹھانا پڑی۔ بعد میں جب ہمارے رفقاء نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ دشمن کے تین سو کے قریب فوجی ہلاک ہوئے۔ اور سینکڑوں گرفتار کر کے مجاہدین کے میدان جنگ کے قوانین کے مطابق محبوس کر دئے گئے۔

البتہ یاد رہے کہ دری خیل کے مقام پر موجود روسی فوج پر حملہ کر کے دشمن کو کافی نقصان پہنچایا۔ جب کہ افغان مجاہدین میں

سے عبدالخالق طالب علم نے جام شہادت نوش کیا اور خلعت خون شہادت سے سرفراز ہوا۔

دشمن نے اپنی ذلیل ترین شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے کئی جنگی جہازوں سے سرانہ مرکز پہ زبردست بم باری کی اس بم باری میں دارالعلوم کے قابل فخر روحانی فرزند اور خوست محاذ کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی صاحب بھی زخمی ہوئے جو عام مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمنوں کے ساتھ میدان عمل میں برسرپیکار رہتے۔ سرانہ مرکز میں آپ کا معالجہ کیا گیا۔ اور اب بحمداللہ افاقہ ہے اور میدانِ کارزار میں بھرپور قیادت کر رہے ہیں۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہاں بھی روسی دشمن مجاہدین کو زیادہ نقصان پہنچانے میں ناکام رہے۔ دشمن کو ہر میدان میں کافی جانی، مالی نقصان اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اس طرح دشمن اپنے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہے۔

ہمارے طلبہ مجاہدین ساتھی پندرہ روز تک استقامت پامردی اور جذبۂ شہادت کے ساتھ دشمنوں سے برسرپیکار رہے۔ اور دشمن کی یلغار کا دو ہفتے مجاہدانہ مقابلہ کر کے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کی غرض سے محاذ جنگ کے کمانڈر کے مشورہ سے اپنی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کی آغوش میں پھر سے پہنچ گئے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کو اپنی کارگذاری کی تفصیلی رپورٹ پیش کی۔

حصول دعا کی غرض سے جماعت کے ہر رکن کی یہ خواہش تھی کہ حضرت اقدس سے خصوصی دعائیں حاصل کرے اس غرض سے بھی کئی روز سے بعد العصر کی مجالس میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کو اپنی کارگذاری کے جستہ جستہ واقعات سناتے ہیں اور آپ کی دعائیں حاصل کرتے ہیں۔

مورخہ ۲۶ر جنوری کو خوست محاذ جنگ کے قائد مولانا جلال الدین حقانی کے خارجی وسیاسی امور کے مسئول جناب محمد یعقوب شریعتیار حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے نام جناب حقانی صاحب کا پیغام، محاذ جنگ کی تازہ صورت حال اور بعض اہم امور کے سلسلہ میں مشاورت کی غرض سے دارالعلوم تشریف لائے ۲۲ر نومبر سے ۲۲ر جنوری تک خوست کے محاذ پر جاری رہنے والی ۶۰ روزہ گھمسان کی لڑائی کی اجمالی رپورٹ بیان کی جسے احقر نے ضبط کر لیا۔ اسے ذیل میں شریک اشاعت کیا جا رہا ہے (عبدالقیوم حقانی)

۲۲ر نومبر سے جنگ شروع ہوئی اور وقفے وقفے سے حملے اور جوابی حملے دونوں طرف سے ہوتے رہے۔ مجاہدین نے ثابت قدمی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس طویل لڑائی کے نتیجے میں روسی دشمن کے ۳۰ ٹینک ۱۰ زیرہ پوس ۰، فوجی گاڑیاں ۲۰ توپیں اور ۸ طیارے تباہ کئے گئے۔ ۵۰، ۷ روسی فوجی جہنم رسید کئے گئے۔ نجیبی جنرل عارف کو بھی ٹھکانے لگا دیا گیا۔ افغانی نجیبی

فوجیوں میں ۱۱۱ مجاہدین کے سامنے تسلیم ہو گئے ۔

اسی دوران جب ایک مرتبہ مولانا جلال الدین نے مجاہدین کو دشمن کے ۳۵ قرار گاہوں پر یکبارگی حملے کا حکم دیا تو الحمدللہ کہ حملہ خوب کامیاب رہا۔ مگر دشمنوں نے جدید آلات کی مدد سے بہت دور سے مولانا حقانی کی آواز پہچان کر توپ خانہ سے بمباری کی۔ موصوف دشمن کے جس قرار گاہ کو قبضہ کر چکے تھے اسی میں موجود تھے۔ دشمن کا نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ آپ کا رفیق موقعہ پر شہید ہو گیا اور آپ زخمی ہو گئے مگر بحمداللہ اب افاقہ ہے اور صحت مند ہیں۔

۱۶ سے ۱۹ جنوری تک تین روز کی پھر زبردست جنگ ہوئی۔ اس میں دشمن کے ۷ ٹینک، دسیوں گاڑیاں اور ایک فوجی طیارہ مجاہدین نے مار گرایا۔ تین مجاہدین شہید ہوئے۔ کمانڈان عبدالرحمٰن غازی بھی اس موقعہ پر خلعت شہادت سے سرفراز ہوا جب کہ ۵ زخمی ہوئے۔ ۲۰ سے ۲۲ جنوری کی سہ روزہ جنگ میں روسی دشمن نے مجاہدین کی یلغار سے دومندو سے ستٹ کنڈونک کا علاقہ خالی کر دیا جس پر اب مجاہدین کا مکمل قبضہ ہے اور دشمن کو مسلسل پسپا کیا جا رہا ہے۔ گردیز سے خوست تک کی درمیانی سڑک ۸ سال سے مجاہدین کے قبضہ میں تھی۔ اس جنگ میں چند یوم کے لئے روسیوں نے تسلط جما لیا مگر الحمدللہ اب مجاہدین نے دوبارہ اس پر مکمل قبضہ کر لیا ہے۔ جنگی اور فوجی اہمیت کی اس سڑک پر جنگ کی قیادت مولانا جلال الدین حقانی کے نائب نظام الدین حقانی (فاضل حقانیہ) کر رہے ہیں جو مولانا فتح اللہ حقانی شہید کے بھائی ہیں۔ روسی فوجیوں نے ستٹ کنڈونک منطقہ سے فرار تو اختیار کر لیا مگر پوری زمین کو بارودی سرنگوں سے بھر دیا ہے۔ مجاہدین بڑے حزم و احتیاط سے صفائی کے کام میں مصروف ہیں۔

۶۰ روز کی اس مسلسل جنگ میں مجموعی طور پر شہادت پانے والے مجاہدین کی تعداد ۱۰۰ ہے جب کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں سمیت زخمیوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے۔

Safety
instant milk

افکار و تاثرات

- اسلامی حکومت میں علماء اور حکام
- دینی مسلّمات کے خلاف بے دینوں کا محاذ
- شریعت کے قطعی احکام اور……
- وزیراعظم کے دورۂ دوبئی کے وقت
- سینٹ میں مقدمۂ شریعت بل پر صاد کیا د
- حدود حرم میں سیاسی ہنگامہ آرائی

اسلامی حکومت میں علماء اور حکام کی حیثیت اور ان کا مقام

چونکہ اسلامی حکومت کے قیام کا مقصد اسلامی حدود کا عملی نفاذ ہے جن کے لیے قانون ساز اداروں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا باہمی تعاون نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اسی موضوع پر وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر سعودی عرب کے سابق فرماں روا سلطان سعود بن عبدالعزیز کے اس راہنما خطاب کا اردو زبان میں ترجمہ عام فائدہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ جو آپ نے مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۸۰ھ مطابق ۴ نومبر ۸۵ء کو ایک دینی درسگاہ کے افتتاح پر ریاض میں فرمایا تھا۔

یہ مبارک دن جس میں اس درسگاہ کا افتتاح کر رہے ہیں میری زندگی کا سب سے زیادہ پرمسرت دن ہے۔ کیونکہ اس درسگاہ سے پڑھ کر علماء، مبلغین اور منتظمین نکلنے والے ہیں۔ بلاشبہ اس دن کی اہمیت و عظمت میرے نزدیک ان سب دنوں سے زیادہ ہے جو اب تک گذر چکے ہیں۔ پانچ سال پہلے ہم نے فضیلت مآب شیخ محمد بن ابراہیم سے مشورہ کیا تھا اور آج اس بات کو دہراتے ہوئے ہم کسی راز کا انکشاف نہیں کر رہے کہ ہم نے شیخ ابراہیم سے مل کر یہ شکایت کی تھی کہ ہمارے یہاں علماء کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور موجودہ حالات ایسے ہیں کہ اس دین مقدس اور شریعت مطہرہ کو ختم کرنے کی ہر طرف سے منظم سازشیں کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے مل کر اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم شانہ بشانہ مل کر اپنی کوششیں اس کام میں صرف کریں گے۔ اور علمی ترقیوں کے لیے اپنی پوری طاقت سے کام لیں گے۔ خواہ اس کے لیے ہمیں جو بھی کرنا پڑے۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہماری نیتوں کو اور ہمارے ضمیروں کی خلش کو دیکھ کر وہ اسباب پیدا فرمائے کہ اس علم و علم دین کی بارآوری ہماری مملکت کے اطراف و اکناف میں ہونے لگی۔ ہم علی رؤس الاشہاد یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم لوگ صرف بادشاہ نہیں ہیں بلکہ دراصل ہم لوگ اس دین کے مبلغ ہیں اور ہم اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اس دین حق کے پیام کو سر بلند رکھنے کی خاطر اپنی جانیں، تلواریں اور مال سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آپ اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیے ہم آپ کے آگے آگے ہوں گے اور پیچھے سے آپ کی مدد کریں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

فان عرض بلاء بنفسك فافد بمالك دون نفسك فان تجاوز البلاء فافد بنفسك دون دينك

ترجمہ:۔ اگر تمہاری جان کو خطرہ لاحق ہو تو مال کا فدیہ دے کر جان بچا لو۔ اور اگر خطرہ اس حد سے تجاوز کر جائے

تو اپنی جان کا فدیہ دے کر دین کو محفوظ کر لو۔"

بھائیو! حالات جیسے کچھ ہیں وہ سب آپ کے علم میں ہیں۔ فتنہ و فساد کی آندھی جس طرح چل رہی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ ملحدوں نے ہر چہار طرف سے آپ کو گھیر رکھا ہے اور وہ اس دینِ حنیف کو منہدم کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اس دین کے لئے اپنی جانیں مال اور اولاد سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اور اس وقت تک لڑتے رہیں گے تاآں کہ خود اللہ کی راہ میں ہم قتل نہ کر دئے جائیں۔

بھائیو! نیت صالح، اللہ کی عبادت اور چھپے کھلے ہر حال میں اس کے دین سے اخلاص برتنا ہر ایک کام کی بنیاد رہے ہے، ہم لوگ! تو اللہ سے یہ عہد کر چکے ہیں کہ ہمارا دستور قرآن اور رسول مقبول (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔ لہٰذا ہم اللہ سے امیدوار ہیں اور اسی کے دستِ قدرت میں ہر ایک کی لگام ہے کہ آپ کے اندر ہمیں وہ بات دکھائے جو آپ کی دینی حیثیت کے لحاظ سے ہمیں خوش کرے اور دنیا کے بارے میں بھی آپ کو خوش دیکھوں، اور اس دینِ حنیف کی حفاظت فرمائے، اور ہم متحد ہو کر اس امر کے لئے کوشاں ہوں جس میں ہماری دینی اور دنیاوی بھلائی ہو۔ اور ہر اس امر کی ہدایت دے جس میں دنیا و آخرت کی خیر ہو۔ والسلام علیکم

(حضرت مولانا) قاضی محمد زاہد الحسینی، امیر انجمن اشاعت القرآن والحدیث۔ اٹک

دینی مسلمات کے خلاف بے دینوں کا محاذ

نوائے وقت ۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء کے اداریہ میں قسط آخری پڑھی جس میں جناب کے قلم سے اجماع امت و اجتہاد مجتہدین کی مختصر بحث پڑھ کر دل بہت خوش ہوا۔ جزاکم اللہ۔

اب ۲ار نومبر میں ادب کالم ہفتہ وار خصوصی اشاعت میں موضوع (اجتہاد کا اختیار منتخب پارلیمنٹ کا حاصل ہے) پڑھ کر شدید صدمہ ہوا۔ ڈاکٹر گوہرایہ کی انگریزی کتاب "علامہ اقبال اور جدید ریاست میں تعبیر شریعت کا اختیار" کتاب پر ایوان میں مجلس مذاکرہ اور تبصرہ ہوا۔ جس میں حنیف رائے اور چند ججوں نے اظہار آراء و خیالات پیش کئے پڑھ کر بے حد رنج و غم ہوا۔ کہ یہ لوگ جناب ڈاکٹر اقبال کو مجتہد مطلق قرار دے رہے ہیں۔ اولی الامر منکم سے علماء کرام کے بجائے امت کی منتخب اسمبلی کا قانون کہہ رہے ہیں۔ جو ملک کے ممبران اسمبلی کی خواہش کے مطابق قوانین بنائے گی۔ قوم نے علماء کا اجتہاد مسترد کر دیا۔ اور اقبال کا اجتہاد ہوا جس پر پاکستان قائم ہو گیا تو گویا اقبال مجتہد بن گیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

گذشتہ مجتہدین کو اگر فرداً فرداً زیادہ علم حاصل تھا۔ اس دور میں اجتماعی طور پر قوم کو ان سے زیادہ علم حاصل ہے اب اجتماعی اجتہاد سے پارلیمنٹ قانون سازی کر سکتی ہے۔ یہ شعر بھی تو غالباً اقبال ہی کا ہے ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

(مولانا) عبدالقدیر۔ وزیر آباد

شریعت کے قطعی احکام اور دینی مسلمات کے خلاف فتوے جائز نہیں

گذشتہ روز نوائے وقت میں پڑھا کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب نے "میاں بیوی کے لئے ٹیسٹ ٹیوب کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔ اور انعامی بونڈ کے متعلق فرمایا کہ یہ نہ جوا ہے اور نہ سود۔ اسی طرح یادگار کے طور پر فوٹو کھینچوانے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور عورت کے لئے سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلی کا رکن بننا جائز اور سربراہ بننا ناجائز قرار دیا۔

آخر میاں بیوی کو ٹیسٹ ٹیوب استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اپنے شوہر سے اولاد ہو سکتی ہو تو ٹیسٹ ٹیوب کی ضرورت نہیں۔ یہ ذریعہ تو وہ شوہر استعمال کرتا ہے جس میں اولاد کا جوہر موجود نہ ہو۔ تو دوسرے مرد کے نطفے کو منجمد کر کے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے اولاد کا ذریعہ بناتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یہ طریقہ بے حیائی اور زناکاری کا دوسرا نام ہے۔

اسی طرح پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کہ انعامی بونڈ جوا ہے اور نہ سود۔ مضحکہ خیز ہے۔ پروفیسر صاحب نے گول مول بات کی صاف کیوں نہیں کہا کہ یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ جب نہ سود ہے نہ جوا۔ پھر کیا ہوا۔ نہ تو تجارت ہے نہ مضاربت۔ پھر سود کے سوا اور کیا ہے۔

اسی طرح یادگار کے طور پر فوٹو کھچوانا جائز قرار دیا ہے۔ پھر باقی تصاویر میں کیا حرج ہے۔ آخر پروفیسر صاحب اس حدیث کے بارے میں کیا فرمائیں گے جس میں تصویر بنانے اور بنوانے کے لئے وعید آئی ہے۔ اسی طرح علامہ صاحب نے عورت کے پردے میں قومی اور صوبائی اسمبلی اور سینٹ کی ممبر بننے کی اجازت دے دی ہے اور کہا ہے کہ سربراہ نہیں بن سکتی۔ جب سب کچھ کر سکتی ہے تو پھر سربراہ بننے میں کیا حرج ہے۔

علامہ صاحب پہلے تو صوبائی و قومی اسمبلی اور سینٹ کے ہالوں میں جھانکیں کہ کیا وہاں پر پردہ ہے یا مردوں کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتی ہیں۔ بہرحال یہ تو فتویٰ ہے جو دینی مسلمات کے قطعاً خلاف ہے۔

(مولانا) گل شبیر حقانی۔ جنرل سیکرٹری تنظیم العلماء اساتذہ فاٹا

وزیر اعظم کے دورہ دوبئی کے وقت جمعیت اہلسنت والجماعت کی طرف سے یادداشت

اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ پاکستان کا وجود اسلام کا رہین منت ہے۔ دو قومی نظریہ کا حاصل تو یہی تھا کہ اسلامیان ہند کو ایک علیحدہ اور مستقل ریاست کی ضرورت ہے جہاں اسلام کا راج ہو اور "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"، "مسلمان ہے تو مسلم لیگ میں آ۔ نہیں تو گولی، ڈنڈا، گالی کھا" جیسے نعروں کی صدائے بازگشت تو آج تک سنائی دے رہی ہے پھر پاکستان بننے کے بعد یوں تو زبانی کلامی اسلام کا نام ہر حکومت ہی لیتی رہی۔ لیکن موجودہ حکومت نے تو بطور خاص نام اس میں حاصل کیا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ صدر مملکت نے جو ریفرنڈم کرایا اور جیتا بھی وہ اسلام ہی کے نام پر تھا۔ اور اسلام کے نام پر ملک کو قائم کرنے والی مسلم لیگ پہلے کی طرح آج بھی برسر اقتدار ہے مگر اسلامی نظام بے چارہ کما حقہ نہ تو ایوان حکومت میں اور نہ اس کے ذریعے ملک میں آیا۔

اور طبقی پر تبیل یہ کہ شریعت بل جو کہ عرصہ تقریباً دو سال سے حکومت کے سامنے پیش کیا گیا اس کو آج تک منظور نہیں کیا گیا بلکہ مختلف کمیٹیوں کے حوالے کر کے اس کو سبوتاژ اور سرد خانے میں ڈالنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ حالانکہ اس کو ثقہ علماء نے پیش کیا اس کی کسی شق کے بارے میں آج تک کسی جانب سے بھی یہ ثبوت پیش نہیں کیا جا سکا کہ وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے پورے نہیں کرتا اور جیسے اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی صوابدید کے مطابق بعض ترامیم کر کے اسے منظور کرنے کے لئے حکومت کو پیش کر دیا۔ جس میں ہر فرقہ کے نمائندے موجود ہیں مگر اس کے باوجود آج تک اس بل کو منظور نہ کرنا اور لیت و لعل سے کام لے کر اس کو تاخیر و التوا میں ڈالنا انتہائی تعجب انگیز بھی ہے اور افسوسناک بھی۔ اور خاص کر ایسی حکومت سے بھی جو دن رات اسلام کا نام لیتی ہے۔

لہذا ہماری جناب والا سے پر زور گذارش ہے کہ شریعت بل کو فوری طور پر منظور کر کے نافذ کیا جائے: تاکہ ایک طرف اس عہد کا ایفا ہو سکے جو ہم نے پاکستان بناتے وقت اللہ اور اس کے بندوں سے کیا تھا۔ اور دوسری طرف ان کروڑوں فرزندانِ اسلام کی دلی اور دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل ہو سکے جو اسلام کے لئے آج بھی ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔

من جانب :۔ جمعیۃ اہل السنۃ والجماعت متحدہ عرب امارات

حدود حرم میں سیاسی ہنگامہ آرائی | موقر ماہنامہ "الحق" بابت اگست جلوہ افروز ہوا، جس میں سانحۂ مکہ مکرمہ پر جناب مولانا عبدالقیوم حقانی کا ایک جامع مضمون نظر سے گذرا۔ میں اس کے مندرجات کی تائید کرتا ہوں۔ بلاشبہ سانحۂ مکہ عالم اسلام کیلئے تازیانۂ عبرت ہے۔ عالم اسلام کا فرض ہے کہ وہ خمینی کے انقلاب کے مضمرات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اسکے جارحانہ عزائم سے حرمین شریفین کے تقدس کو بچائیں۔ ایرانی عازمین حج نے اپنے امام کی ہدایات پر ایام حج میں حدودِ حرم کی جو توہین کی ہے وہ ایک دردناک واقعہ ہے جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے ——— عالم اسلام کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ بیت اللہ شریف اور حدودِ حرم کی تعظیم و احترام ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اور ایام حج میں مکہ معظمہ اور حدودِ حرم میں کوئی سیاسی ہنگامہ آرائی کرنا قرآنِ حکیم کی واضح آیات کی کھلی خلاف ورزی ہے اور اس کا مطلب عازمینِ حج کو مناسکِ حج سے روکنا ہے، قرآن کریم نے بیت اللہ شریف کو امن کا گھر کہا ہے، چنانچہ فرمایا: وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران ۹۷)" اور جو کوئی اس کے اندر آیا اس کو امن ملا"۔ اور اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو امن والا شہر قرار دیا ہے اور اس امن والے شہر کی عظمت و حرمت کو اجاگر کرنے کیلئے اس کی قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ (التین ۳) "یعنی قسم ہے اس امن والے شہر کی"۔ اور مناسکِ حج اور آدابِ حج بیان کرتے ہوئے فرمایا: فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۝ (البقرہ ۱۹۷) "یعنی جس نے لازم کر لیا ان حج کے دنوں میں حج تو بیویوں سے قربت جائز نہیں اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا"۔ اس آیت کی رو سے عازمینِ حج کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور جنگ و جدال سے پرہیز کریں۔ اور سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲ میں فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ "اے ایمان والو اتم اللہ کی نشانیوں کو حلال نہ سمجھو" یعنی بیت اللہ شریف اور حدودِ حرم کی بیحرمتی مت کرو۔ اور اسی آیت میں آگے فرمایا: وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ "یعنی جو مسلمان حج کیلئے جائیں انکی تعظیم و احترام کرو" نیز حج کے ایام میں حدودِ حرم میں شکار تک سے بھی منع فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط ———

ان واضح آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ایرانی عازمین حج کی حدودِ حرم میں سیاسی ہنگامہ آرائی کو کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، اور ان کا یہ طرزِ عمل مناسکِ حج اور حدودِ حرم کے تقدس اور حرمت کے صریحاً منافی ہے۔ اسلام سے قبل بھی اہل مکہ بلکہ تمام جزیرۃ العرب کے لوگ بیت اللہ شریف اور مکہ معظمہ کو دارالامن اور واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ کے دشمن بھی بیت اللہ شریف میں پناہ لیتے تو ان کو کچھ نہیں کہا جاتا تھا۔ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے جسکے روحانی فوائد کے علاوہ وہ مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد اور باہمی اخوت کا سبق دیتا ہے اور ان میں عالمگیر تنظیم کی تشکیل کرتا ہے جس کی مسلمانوں کو ہر زمانے میں سخت ضرورت ہے۔ میں خمینی اور ایرانی عازمین حج کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ بیت اللہ شریف اور حدودِ حرم کی حرمت اور تقدس کو ملحوظ رکھیں اور آئندہ کیلئے حدودِ حرم میں ہر قسم کی ہنگامہ آرائیوں سے قطعی اجتناب کریں، بصورتِ دیگر اس کے نتائج تمام عالم اسلام کے لیے تباہ کن ثابت ہوں گے۔ (مدار اللہ مدار نقشبندی عفی عنہ)

سینٹ میں مقدمہ شریعت بل پیر مبارکباد | "الحق" شمارہ شعبان المعظم میں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا ہے۔ سینٹ سے آپ کا خطاب بہ عنوان شریعت بل کا مقدمہ۔ میں نے از اول تا آخر پڑھا ہے۔ میں تہ دل سے آپ کو مبارک دیتا ہوں اور آپ کو سلام کرتا ہوں۔

بہ احترامات فراواں

حکیم محمد سعید۔ چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن۔ کراچی

سوانح مولانا عبدالشکور دین پوری | خطیب العصر حضرت مولانا محمد عبدالشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات زیر ترتیب ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی خاص واقعہ، خط، تحریر، تقریر ہو تو ارسال فرمائیں۔

احقر۔ محمد عمر دین پوری۔ داماد حضرت دین پوری

ناظم تعلیمات جامعہ اسلامی مشن پاکستان۔ بہاولپور

غلط العام کی اصلاح | الحق دسمبر کے صفحہ ۲۹ پر مولانا عبدالقیوم حقانی کی تحریر کے حوالہ سے یہ عرض کرنی ہے۔ کہ اگرچہ انہوں نے تو اس مقالہ میں نہیں لکھا مگر عام طور پر عمل قوم لوط کو "لواطت" کہتے ہیں اور لکھتے ہیں جو حضرت لوطؑ سے نسبت ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ بے ادبی بھی ہے اور غلط بھی۔ آپ اپنی طرف سے رسالہ میں عوام و خواص کو یہ تاکید کریں کہ وہ اس فعل شنیع کو بجائے "لواطت" کے "سدومیت" کہا اور لکھا کریں جو کہ حقیقت بھی ہے۔

جناب خسروی صاحب کراچی و جناب فرخ صاحب ہانگ کانگ

نوٹس طلبی ٹنڈر

ڈویژن ہٰذا میں منظور شدہ پری کوالیفائیڈ ٹھیکیداروں سے لوئرسورت کینال مردان سکارپ ایریا میں مندرجہ ذیل واٹر کورسوں کو مائنروں میں تبدیل کرنے کے کاموں کے لیے ٹنڈر مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	تاریخ ٹنڈر	کام کی تفصیل	تخمینہ	زرِ بیعانہ	مقررہ عرصہ
(۱)	۵/۳/۸۸	موگہ بفاصلہ R/۹۷۹۶ ۔ گائیڈ مائنر	۱۸،۴۹،۶۰۰ روپے	۳۶،۹۹۲ روپے	سات مہینے
(۲)	ایضاً	موگہ بفاصلہ L/۷۳۷۳۰ ۔ ڈلٹی نمبر ۹	۱۰،۳۴،۴۰۰ روپے	۲۰،۶۸۸ روپے	پانچ مہینے
(۳)	ایضاً	موگہ بفاصلہ R/۷۵۶۸۵ ۔ ڈلٹی نمبر ۹	۷،۴۸،۵۰۰ روپے	۱۴،۹۷۰ روپے	پانچ مہینے
(۴)	ایضاً	موگہ بفاصلہ L/۷۵۶۰۴ ۔ ڈلٹی نمبر ۹	۱۱،۲۹،۶۰۰ روپے	۲۲،۵۹۲ روپے	پانچ مہینے
(۵)	ایضاً	موگہ بفاصلہ L/۶۹۳۹۲ ۔ ڈلٹی نمبر ۹	۲،۴۱،۴۰۰ روپے	۴۸۲۸ روپے	تین مہینے

شرائط و ضوابط

(۱) ٹنڈر شدہ رقم کے دو فیصد زرِ ضمانت بشکل کال ڈیپازٹ شیڈول بینک آف مردان سے بحق مہتمم صاحب ریماڈلنگ ایریگیشن ڈویژن لوئر سوات کینال مردان ٹنڈر کے ساتھ منسلک ہونا چاہیئے۔

(۲) ٹنڈر کے لیے درخواست ایک دن پہلے وصول ہونا چاہیئے۔ سربمہر ٹنڈر ۵ مارچ ۱۹۸۸ء کو گیارہ ۱۱ بجے تک وصول کیے جائیں گے، اور اسی دن ۱۲ بجے ٹھیکیداروں کے سامنے کھولے جائیں گے۔

(۳) مشروط اور نامکمل ٹنڈر یا ٹنڈر بذریعہ تار قبول نہیں کیے جائیں گے۔

(۴) زیر دستخطی کو وجہ بتائے بغیر کسی جزوی یا مکمل طور پر ٹنڈروں کو مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(۵) مندرجہ بالا کاموں کی جملہ تفصیل و دیگر شرائط زیر دستخطی کے دفتر میں دفتری اوقات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مہتمم صاحب ریماڈلنگ

ایریگیشن ڈویژن مردان

(INF (P) 62-9)

مولانا عبدالقیوم حقانی
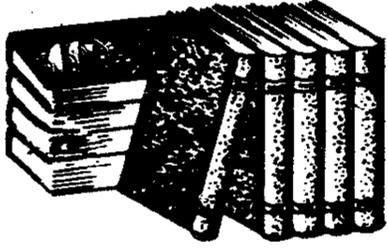
النکت الطریفہ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ

تالیف : علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری
صفحات ۲۷۴ قیمت : -/۵٦ روپے
ناشر : ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، اشرف منزل ۴۳۷/د گارڈن ایسٹ کراچی ۵

ابن ابی شیبہ بہت بڑے محدث، مفسر، فقیہہ اور اپنے زمانے کے امام تھے، ان کی تصنیف، بقول حافظ ابن کثیر کے، اس جیسی کتاب نہ پہلے اور نہ بعد میں لکھی گئی، جس میں مصنف نے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن سے فقہ کا کوئی مسئلہ نکلتا ہے۔ علامہ زاہد الکوثری کے قول کے مطابق مسانید، مراسیل اور فتاوی صحابہ و تابعین پر جو کتابیں مشتمل ہیں، ان کتابوں میں ایک فقیہہ کو سب سے زیادہ ضرورت جس کتاب کی ہے، وہ صرف مصنف ابن ابی شیبہ ہے، اس میں اہل حجاز کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فقہاء عراق کے مذہب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، البتہ مصنف نے اپنے خیال کے مطابق امام ابوحنیفہ رح کے رد میں ایک مستقل باب "ھذا ما خالف ابوحنیفہ الاثر الذی جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا عنوان قائم کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ۱۲۵ مسائل میں حدیث رسولؐ کی مخالفت کی ہے۔ اجتہادی مسائل میں اختلاف اور تنقید محمود ہی نہیں بلکہ شرعاً مطلوب بھی ہے اور یہ تلمذ اور ادب کے منافی بھی نہیں۔ امام لیث بن سعد نے امام مالک کے ایسے ستر مسائل کی نشاندہی کی ہے جو ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھے، خود امام شافعی نے امام مالک کی رد میں باوجود ان کے تلمیذ ہونے کے اختلاف مالک والشافعی کے نام سے کتاب لکھی۔ محمد بن عبداللہ المالکی نے امام شافعیؒ کی رد میں "الرد علی الشافعی وما خالف فیہ الکتاب والسنۃ" کے نام سے کتاب لکھی، حالانکہ وہ ان کے شاگرد بھی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آزادانہ اختلاف اور تنقید سے اجتہاد اور استنباط مسائل کے فن میں باغ و بہار آئی۔ ابن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں امام اعظم کے ۱۲۵ مسائل پر تنقید کی، حالانکہ ان کے جلیل القدر اساتذہ میں سوائے سفیان

بن عینیہ کے باقی سب کے سب امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ہیں۔ دراصل یہ اجتہادی مسائل ہیں، اس میں یہ ضروری نہیں کہ جو روایت ایک کے نزدیک قابل قبول ہو، وہ حتماً سب کے لئے قابل پذیرائی بھی ہو کیونکہ ہر حدیث کی صحت کا مسئلہ منصوص نہیں بلکہ خود اجتہادی ہے تو علماء نے بھی مختلف ادوار میں ابن ابی شیبہ کے اس باب پر بھرپور تنقید کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان مسائل میں ابوحنیفہ کا مذہب حدیث کے موافق ہے حافظ عبدالقادر قرشی کی " الدرر المنیفہ فی الرد علی ابن ابی شیبہ اور دہ علی ابوحنیفہ " اور حافظ زین الدین قاسم کی " الاجوبہ السنیفہ عن اعتراضات ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ " اس موضوع پر مشہور کتابیں ہیں۔

اور آخر میں علامہ زاہد الکوثری نے " النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ " کے نام سے جامع اور لاجواب کتاب تصنیف فرمائی جو علمی اور تحقیقی حلقوں کے لئے ایک نایاب اور شاندار تحفہ ہے ـــــ مولانا نور محمد مرحوم کے قائم کردہ ادارے " ادارۃ القرآن " نے پاکستان میں اس کی فوٹو کاپی لے کر اپنے شاندار سابقہ روایات کو ملحوظ رکھ کر عمدہ کاغذ پر اعلیٰ طباعت، مضبوط اور سنہری جلد بندی کے ساتھ طبع کیا ہے۔ امید ہے کہ ارباب ذوق اور اہل علم حضرات اس گرانقدر سوغات کی قدر کریںگے۔

تفسیر معالم التنزیل تالیف: امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء لبغوی

صفحات: ہر جلد ۵۰۰ صفحات چار جلد مکمل قیمت: ۵۰۰/- روپے

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان پاکستان

تفسیر معالم التنزیل علمی حلقوں میں "تفسیر بغوی" کے نام سے معروف ہے۔ امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ تفسیر بغوی ضعیف احادیث اور بدعات سے محفوظ ترین تفسیر ہے۔ امام بغوی کو علم تفسیر و حدیث پر پورا عبور حاصل تھا۔ بہت بڑے زاہد اور قائم اللیل تھے، عمر بھر خشک روٹی پر گذارہ کیا، کبھی کبھی احباب کے اصرار پر زیتون کے تیل کے ساتھ کھانا تناول فرمالیتے تھے۔ آپ کو فراء اس لئے کہتے ہیں کہ آپ فرو یعنی پوستین بناتے اور بیچا کرتے تھے۔ شرح السنہ، مصابیح السنہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں امام بغوی نے تفسیر القرآن بالقرآن کی محمود سعی فرمائی ہے اور اپنے ۱۳ تفاسیری اسناد کو باقاعدہ ذکر کر کے اپنے تفسیری علوم کو وحی رسولؐ تک مستند کر دیا ہے۔ آپ نے معالم التنزیل میں تفسیری اختصار و جامعیت، احادیث ثابتہ، اقوال صحابہ و تابعین، اقوال ائمہ و مجتہدین، اسباب نزول، اقوال سلف کی بلا ترجیح نقل، دقیق مسائل سے احتراز، علم کلام میں اسلاف کے معرفت اور ظاہر نظم پر اعتراضات کے تسلی بخش جوابات کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا ہے۔ تاج الدین ابونصر نے اس کی تلخیص

بھی کی ہے۔مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ایک ادارہ نے اس کا اُردو ترجمہ بھی کیا ہے۔جناب حافظ محمد اسحٰق صاحب مالک ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ نے اس کی نایابی اور اہل علم کی ضرورت کے پیش نظر مصری نسخہ کا عکس لے کر عمدہ کاغذ، بہترین طباعت اور ڈائی دار خوبصورت چار جلدوں میں شایانِ شان طریقہ سے طبع کی ہے۔جلد اوّل کے شروع میں جناب خالد عبدالرحمان العک اور مروان سوار کے گراں قدر مقدمہ کے علاوہ تحقیق وتعلیق کا مفید تحشیہ ہے جو کتاب کا سب سے بہتر ایڈیشن ہے۔

اُمید ہے کہ علمی وتحقیقی ادارے اور اہل ذوق اس کو وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔

جہادِ افغانستان تصنیف: مولانا نور محمد ، صفحات: ۲۷۶ ، قیمت: -/۵۰ روپے

پتہ :- دارالعلوم مرکزی جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان

حضرت مولانا نور محمد صاحب وزیرستان کے جیّد عالم، مجاہد، خطیب اور محقق فاضل ہیں۔جہادِ افغانستان ان کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے جس کے شروع میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اکابر علماء کے تقاریظ، مولانا زاہدالراشدی کا پیش لفظ اور مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کا وقیع مقدمہ ہے۔مصنّف نے آغازِ کتاب میں افغانستان پر روس کے غاصبانہ تسلّط کی شرعی حیثیت، روسی نظریات اور نظام کی بنیادی خرابیاں، کارل مارکس، لینن، اور سٹالن کے خدا بیزار عقائد اور اس سلسلہ کے ذاتی مشاہدات اور ضمن ضمن میں روسی نظریات کی حمایت اور اسلامی نظام کی تحقیر کرنے والوں کا حکم، مجاہدین اور روس کے حامی افغان سپاہیوں کا باہمی ٹکراؤ، خود کو مسلمان کہنے والے جاسوسوں اور جنگی قیدیوں کا قتل، مجاہدین کی مالی تعزیریں اور ارتکابِ معصیت پر جرمانے اور ان کا مصرف محاربہ اور مفسدین کی چار سزائیں اور اس سلسلہ کی اہم علمی وضاحتیں اور تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ص۱۰۱ سے جہاد کے شرائط، مخالفین جہاد کا بدترین کردار، اقوام متحدہ کی پالیسی، جنگی قوت کی فراہمی، دفاعی جہاد، مال غنیمت، جہاد کی ترغیب وفضیلت، روس اور امریکہ کی جنگ کے اعتراض کا جواب، شہداء کا رتبہ ومقام، جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم اور سرحدات کی حفاظت اور دیگر اہم علمی مسائل اور تاریخی حوالے ایسے دل نشین انداز سے بیان کئے ہیں کہ پورا پڑھے بغیر کتاب چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ص۲۲۸ سے غازیوں کی فضیلت، شہدا کی خصوصیت، جہاد کی تیاری کی ضرورت، اسلامی ریاست اور نظام عدل کے قیام کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، غرض موجودہ حالات میں جہاد افغانستان کی عالمی اور بین الاقوامی حیثیت کے پیش نظر یہ پہلی کتاب ہے جو ہر لحاظ سے جامع اور مکمل باحوالہ اور مدلل ہے۔کتاب کے مطالعہ سے اسلامی جہاد کی حقیقت اور جہاد افغانستان کی شرعی حیثیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

خدا تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے علماءِ امت کے ذمہ ایک قرض کو باحسن وجوہ ادا کردیا ہے۔

Adarts CAR-4/84

مؤتمر المصنفین کی
ایک نادر تحفہ
امام
پیش لفظ
تصنیف
مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ